بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلہ رحمی اور اس کے عملی پہلو

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا





ام عبد منیب • مریم خنساء



مشربہ علم و حکمت
مریم ٹاؤن 13 گلشن احسان ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلہ رحمی اور اس کے عملی پہلو

اُمِ عبدِ مُنیب ❀ مریم خنساء

مشربہ علم وحکمت

ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

0321-4609092



نام کتاب ——— [illegible]

اہتمام ——— محمد عبد منیب

اشاعت اول ——— صفر [illegible]

حالیہ اشاعت ——— ذی قعدہ [illegible]

ناشر ——— مشربہ علم وحکمت

قیمت ——— 70:00

ناشر: مشربہ علم وحکمت (دار الشکر) 0321-4213089

ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0321-4609092 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: دار الکتب السلفیہ

(4 شیش محل روڈ لاہور۔ پاکستان 54000) Ph:092-042-7237184

☆ البلاغ Shop #: 4-LG لینڈ مارک پلازہ، جیل روڈ۔ لاہور

فون: 0300-8880450042-5717843

☆ اسلام آباد مکان نمبر 264 گلی نمبر 90 سیکٹر i-8/4 اسلام آباد۔

فون: 0300-5148847

فہرست



سخنِ وضاحت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد! زیرِ نظر کتابچے کا موضوع میری بیٹی مریم خنساء کے پیشِ نظر تھا' اس نے اس کے حوالہ جات بھی جمع کیے لیکن یہ کام ابھی ابتدائی مراحل ہی میں تھا کہ مہلتِ عمر تمام ہوگئی۔ اب راقمہ نے مزید حوالے قرآن و حدیث سے تلاش کیے اور ترتیب و تدوین بھی کی۔ ایک دینی بہن نے اس مسودے کو پڑھا اور بہت سے مفید مشورے دیئے' اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میری اس بہن کے لیے، مریم خنساء کے لیے اور راقمہِ تحریر کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ

امِ عبدِ منیب ربیع الاول ۱۴۲۶ھ



يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا.



”اے لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا پھر ان دونوں کے ذریعے سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ لوگو! اس اللہ کی ناراضگی سے بچتے رہنا، جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے حقوق مانگتے ہو، رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری نگرانی کر رہا ہے“۔ (النساء: ١)

صلہ رحمی انبیاء کا وصف

کسی شخص کی انفرادی زندگی کی خوشی، سکون، برکت اور معاشرے میں اخوت اور باہمی اخلاص کے لیے صلہ رحمی کے اخلاق کا عام ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر یہ وصف نہ ہو تو معاشرہ کٹ جائے گا، افراد بے سہارا اور تنہا رہ جائیں گے۔ اجتماعیت کو تشتت اور آوارگی کی آکاس بیل کھا جائے گی، برکت اور سکون چھن جائے گا۔ صلہ رحمی کا راس المال برداشت اور تحمل ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قریش مکہ کے روّیے پر جواباً رویہ اختیار کرنے کی تاکید میں فرمایا:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (الاعراف:۱۹۹)

”درگزر اختیار کیجیے اور نیک کام کا حکم دیتے رہیے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجیے“۔

❀ عام مسلمانوں کی تحمل و برداشت کی عادت کی تحسین کرتے ہوئے ربّ کریم نے فرمایا:

﴿وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾(آل عمران:١٣٤)

''اور غصہ کو ضبط کرنے والے' اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

❁ جب ہابیل کو قابیل نے قتل کرنے کے ارادے کا اظہار کیا تو اس ناروا اور ظالمانہ قطع رحمی کے جواب میں ہابیل...... اللہ کے بندے...... نے اپنے بھائی سے کمال برداشت اور صلہ رحمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

﴿لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾(المائدہ:٢٩)

''تو اگر مجھ پر اپنا ہاتھ اٹھائے گا کہ مجھے قتل کر ڈالے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر اٹھانے کا نہیں کہ تجھے قتل کر ڈالوں، کیونکہ میں تو اللہ پروردگارِ عالم سے ڈرتا ہوں''۔

❁ یہ صلہ رحمی ہی تھی جس نے نوح علیہ السلام کی زبان سے اپنے پانی میں غرق ہوتے بیٹے کے لیے یہ جملہ نکلوایا:

﴿رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ﴾(ھود:٤٥)

''اے اللہ میرے پروردگار! میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ بھی بالکل سچا ہے اور تو ہر حاکم کے اوپر حاکم ہے''۔

❁ یہ صلہ رحمی ہی تھی کہ آگ کے ہولناک عذاب سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں انہی میں سے نبی اور رسول بھیجے۔

یہ صلہ رحمی ہی تھی کہ جو باپ جان کا دشمن تھا اور آگ کے الاؤ میں اپنے بیٹے کو پھینکنے پر راضی ہو گیا۔ اس کے بدترین روّیے کے جواب میں حلیم و بردبار بیٹے ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ (مریم:۴۷)

''آپ میرا سلام لیں، اب میں آپ کے لیے اپنے پروردگار سے مغفرت کی درخواست کروں گا' بے شک مجھ پر وہ بہت مہربان ہے''۔

❁ یہ صلہ رحمی ہی تھی کہ جن نوجوان بھائیوں کی جماعت نے حسد کے تحت شیطان کے جھانسے میں آکر اپنے کم عمر، معصوم اور تنہا بھائی کو گہرے اندھیرے کنوئیں میں پھینک دیا تھا، اسی بھائی کے پاس جب اپنی قحط سالی کی حالت زار لے کر پہنچے تو اس معصوم، صالح، صدیق بھائی نے غلہ بھی دیا، خاطر و مدارات بھی کی اور حقیقتِ حال ظاہر ہو جانے پر کہا:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

(یوسف:۹۲)

''نہیں ! آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے''۔

❁ یہ صلہ رحمی ہی تھی کہ جب موسیٰ علیہ السّلام تورات کے نزول سے مستفیض ہو کر کوہِ طور سے لوٹے، قوم کو بچھڑے کی محبت میں گرفتار پایا، اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السّلام کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو انہوں نے رشتہ داری کا ہی حوالہ پیش کرتے ہوئے کہا:

﴿قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الاعراف: ١٥٠)

''اے میرے ماں جائے! لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ہی ڈالیں سو میرے اوپر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیجیے اور مجھے ان ظالم لوگوں کے زمرے میں داخل نہ کیجیے''۔

❁ صلہ رحمی کی صفت معلمِ اُمّ الکتاب ﷺ کے اخلاقِ عالیہ میں اس قدر رچی بسی ہوئی تھی کہ جب آپ ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ہوا اور آپ ﷺ اس واقعہ کے زیرِ اثر گھر تشریف لائے، اپنی مونس و غمخوار شریکِ حیات سے اس کا ذکر کیا تو اس صادقہ اور مصدّقہ خاتون نے آپ ﷺ کے اخلاق کی گواہی میں فرمایا:

''واللہ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے

ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں''۔

(صحیح بخاری کتاب بدء الوحی)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قبل از نبوت بھی اس صفت پر بدرجہ اتم قائم تھے۔ نیز یہ کہ صلہ رحمی ایک ایسا فعل ہے جو اللہ کی رحمت اور برکت کا باعث ہے اور انسان سے دنیوی آفات و مصائب کو دور کرنے کا سبب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ کے بعد آپ ﷺ کی دلداری کرنے والی' آپ ﷺ کو اپنی گود میں کھلانے والی محترمہ امِ ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد مندرجہ ذیل شعر کہا جو آپ ﷺ کی صلہ رحمی کی صفت کا مظہر ہے ؎

فلقد كان ما علمت وصولا

ولقد جاء رحمة بالضيا

''میں جانتی ہوں کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے تھے اور آپ ﷺ رحمت کے ساتھ روشنی بن کر آئے تھے''۔ (طبقات ابن سعد، جلد:۴)



صلہ رحمی کا مفہوم

ڈاکٹر فضل الہٰی لکھتے ہیں:

عربی زبان میں صلہ رحمی کے لیے لفظ ''صِلَةُ الرَّحِم'' استعمال ہوتا ہے۔ اور ''الرَّحِم'' سے مراد رشتہ دار ہیں۔ الرَّحِم ''ر'' کی زبر اور ''ح'' کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور یہ لفظ رشتہ داروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور رشتہ دار سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں باہمی نسبی تعلق ہو خواہ وہ ایک دوسرے کے وارث یا محرم ہوں یا نہ ہوں۔

''الرحم'' کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ صرف محرم رشتہ دار ہوتے ہیں لیکن پہلا قول راجح ہے کیونکہ اس تفسیر کی بنا پر چچا زاد اور ماموں زاد بہن بھائی نامحرم ہونے کی بنا پر ''الرحم'' سے خارج ہو جاتے ہیں اور یہ بات درست نہیں۔

(فتح الباری، ۱۰/۴۱۴)

بقول ملا علی قاریؒ صلہ رحمی سے مراد یہ ہے کہ نسبی اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ احسان کیا جائے' ان کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کا معاملہ کیا جائے اور ان کے حالات کی دیکھ بھال اور پاسداری کی جائے''۔ (رزق کی کنجیاں، ص۵۱ بہ قلم ڈاکٹر فضل

الٰہی)

مولانا عبدالتواب ملتانی حاشیہ بلوغ المرام میں لکھتے ہیں:

''صلہ رِحمی کنایہ ہے نسب اور دامادی والے قریبیوں سے خوبی کرنے' ان سے نرمی کرنے اور ان کے حالات کا خیال رکھنے سے۔ یہ قطع رِحمی اس کی ضد ہے۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

الرحم اسم الكافة الاقارب۔ ''رِحم ہر قسم کے رشتہ دار کو کہا جاتا ہے''۔

شیخ احمد ابن حجر آل بوطامی لکھتے ہیں:

''رِحم'' ہر وہ رشتہ دار ہوتا ہے جو انسان سے پیوستہ ہوتا ہے خواہ وہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے''۔

مولٰنا عبدالرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں:

رِحم سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار۔ ان کا دائرہ بہت وسیع ہے' جن میں پھوپھیاں اور چچے بھی شامل ہیں لیکن علم الفرائض (علمِ میراث) کی رو سے ان کا درجہ اصحاب الفروض اور عصبہ کے بعد آتا ہے''۔ (مترادفات القرآن، دیکھئے لفظ رشتہ دار)

ذوی الارحام علم الفرائض (علمِ میراث) کی رو سے:

مولٰنا ابوالسلام محمد صدیقؒ لکھتے ہیں:

اولوالارحام نسبی رشتہ داروں کی ایک قسم ہے۔ نسب کا لغوی معنٰی قرابت ہے' مراد اس سے قریب اور بعید کے تمام رشتہ دار ہیں جن کا تعلق ولادت سے

ہے۔اس سبب کی بنا پر ہر رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کا وارث بنتا ہے ورثا تین قسم پر ہیں:

① ۔**عَصَبہ**: (''عین'' اور ''صاد'' مفتوح کے ساتھ۔) عَصَبہ کا لغوی معنی مضبوطی ہے۔اس سے مراد وہ وارث ہیں جو اصحاب الفروض سے بچا ہوا ترکہ لیں یا تمام ترکہ کے وارث ہوں جب کہ اصحاب الفروض میں سے کوئی نہ ہو۔عَصَبہ کا اطلاق واحد' جمع' مذکر' مونث سب پر ہوتا ہے۔

② ۔**اصحاب الفروض**: فروض جمع ہے اس کا واحد فرض ہے۔لفظ فرض کا اطلاق کئی معنوں پر ہوتا ہے۔علم الفرائض کی اصطلاح میں مقرر اور محدود حصہ اور اصحاب الفروض سے مراد وہ وارث ہیں جن کے حصے مقرر ہیں۔

③ ۔**ذوی الارحام**: ذوی ذو کی جمع ہے' اس کا معنی صاحب ہے۔ارحام رِحم کی جمع ہے اس کا معنی رشتہ داری ہے۔علم الفرائض کی اصطلاح میں ذوی الارحام سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو نہ عَصَبہ ہیں نہ اصحاب الفروض۔ان کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ ذوی الارحام جو میت کی طرف منسوب ہیں مثلاً:

- بیٹی کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔
- پوتی کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔

دوسری قسم: وہ ذوی الارحام جن کی طرف میت منسوب ہے۔

- جدِّ فاسد یعنی نانا' پڑنانا' دادی کا باپ وغیرہ۔
- جدّ فاسدہ یعنی ماں' پڑنانا کی ماں' دادی کے باپ کی ماں وغیرہ۔

تیسری قسم: وہ ذوی الارحام جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہیں۔

- بہن اور اس کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔
- بھتیجی اور اس کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔
- اخیافی (ماں جائے) بھائی بہنوں کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔

چوتھی قسم: وہ ذوی الارحام جو میت کے دادا اور نانا کی طرف منسوب ہیں۔

- پھوپھی اور اس کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔
- بھتیجی اور اس کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔
- چچا کی بیٹی اور اس کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔
- اخیافی چچا اور اس کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔
- ماموں اور اس کی اولاد نیچے تک مذکر ہو یا مونث۔

(از تعلیم الفرائض بہ قلم ابوالسلام محمد صدیق)



قرآن حکیم میں رشتہ داروں کے لیے الفاظ

قرآن حکیم میں رشتہ داروں کے لیے "اَقْـرَبُـوْنَ ،نَسَـب، صِـهـر، اُوْلُـوا لْاَرْحَام، اور اِلّ" کے الفاظ آئے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی" لکھتے ہیں:

- اَقْـرَبِیْن "اَقْرَبُوْن یا ذَاقُرْبٰی یاذِوِی الْـقُرْبٰی کے الفاظ قریبی رشتہ داروں کے لیے مخصوص ہیں۔ رشتہ دار دور کے بھی ہوتے ہیں اور نزدیک کے بھی۔ نزدیکی رشتہ دار وہ ہیں جن کا اللہ نے وراثت میں حصہ مقرر کر دیا ہے۔ یعنی بیٹے بیٹیاں، ماں باپ، میاں بیوی، بہن بھائی۔
- نَسَـب: سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں لیکن امام راغب کہتے ہیں اس میں ماں کے رشتہ دار بھی شامل ہیں۔
- صِـهـر: (سسرالی رشتہ دار) شوہر کے لیے بیوی کے نَسَبی رشتہ دار صِہر ہیں اور بیوی کے لیے شوہر کے نَسَبی رشتہ دار۔
- اولـوالار حام: رحم سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار۔ ان کا دائرہ بہت وسیع ہے

اور اس میں چچے اور پھوپھیاں بھی شامل ہو جاتے ہیں لیکن علم الفرائض کی رو سے ان کا درجہ ذوی الفروض اور عصبہ کے بعد آتا ہے۔

❁ اِلّ: اس کا ترجمہ عموماً قرابت یا رشتہ داری کیا جاتا ہے لیکن اس کا اصل معنی رشتہ داروں سے کیا ہوا عہد و پیمان ہے' اس عہد و پیمان میں پڑوسی بھی شامل ہیں۔
(مترادفات القرآن' لفظ رشتہ دار)

خلاصہ کلام یہ کہ اولوالارحام سے مراد تمام رشتہ دار ہیں چاہے وہ دور کے ہوں یا نزدیکی، ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے یا نکاح کے ذریعے ان سے رشتہ داری قائم ہو۔ نیز اولوالارحام ایک جامع اصطلاح ہے جو قرآن حکیم کی اصطلاح ذوی القربی، نسب، صہر سب پر حاوی ہے۔

قرآن حکیم میں صلہ رحمی کا خصوصی ذکر

مندرجہ ذیل آیات میں صلہ رحمی کا ذکر کسی نہ کسی حوالے سے آیا ہے:

سورۃ البقرہ آیت ۸۳، ۱۸۸۔
سورۃ النساء: ۱، ۸، ۱۹۔
سورۃ المائدہ: ۱۰۶۔
سورۃ الانعام: ۱۵۳۔
سورۃ الانفال: ۴۱۔
سورۃ التوبہ: ۸۳۔
سورۃ النحل: ۹۰۔
سورۃ بنی اسرائیل: ۲۶۔
سورۃ الروم: ۳۸۔
سورۃ الفاطر: ۱۸۔
سورۃ الحشر: ۷

صلہ رحمی کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

رحم اللہ کے آثارِ رحمت میں سے ہے، اللہ فرماتا ہے، جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے اپنی رحمت سے کاٹ دوں گا۔ (صحیح بخاری، ح:۵۹۸۸)

نیز فرمایا:

"الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء الرحم شجنة من الرحمن فمن وصلها وصله الله ومن قطعه قطعه الله" (سنن ترمذی کتاب بر الوالدین والصلة باب ما جاء فی رحمة الصبیان حسن صحیح حدیث)

"رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا (اللہ) تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمان کی شاخ ہے جس نے اس کو ملایا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا اور جس نے اسے کاٹا اللہ تعالیٰ اسے کاٹے گا"۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ

- رحم کا تعلق رحمان کی صفت سے ہے۔
- جو رشتہ داری کو جوڑتا ہے اللہ اسے اپنی رحمت سے جوڑتا ہے۔
- جو رشتہ داری کو کاٹتا ہے اللہ اس سے اپنی رحمت کو کاٹتا ہے۔
- اہلِ زمین پر رحم کرنے سے اللہ بندے پر رحم فرماتا ہے۔

انسانوں میں باہمی حقوق کا پاس' عہد وفا کا لحاظ' اخوت اور انسانی ہمدردی جیسی صفات صلہ رحمی ہی کے دم سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کی اسی اہمیت کے پیش نظر فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِ وَ الْاَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء:۱)

''اے لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا پھر ان دونوں کے ذریعے سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ لوگو! اس اللہ کی ناراضگی سے بچتے رہنا جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے حقوق مانگتے ہو' رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا' بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری نگرانی کر رہا ہے''۔

انسانی عمر جب بلوغ اور شعور کی سیڑھی پر قدم رکھتی ہے تو اس کو نکاح جیسی عظیم

ذمہ داری میں پابند کر دیا جاتا ہے۔ نکاح انسانی زندگی کا ایک ایسا سنگِ میل ہے جو انسان کو حقوق و فرائض کی پابندیوں کے حصار میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ تمام حقوق و فرائض رشتہ داری کے حوالے ہی سے انسان پر عائد ہوتے ہیں۔ ازواج اور اولاد نیز اصہار (سسرال) نکاح ہی کے ثمرات ہیں۔ مندرجہ بالا خطبہِ نکاح میں پڑھی جانے والی سب سے پہلی آیت ہے، جس میں زوجین کو، زوجین کے متعلقین کو اور حاضرین کو اولوالارحام کے حقوق کی یاددہانی کرائی جاتی ہے۔



رِحم کی زبان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله" (صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ، ح: ۲۵۵۵، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا۔ صحیح بخاری، ح: ۵۹۸۹، کتاب الادب، باب من وصل وصلہ اللہ)

" رِحم (رشتہ داری) عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے اور جو مجھے کاٹے اللہ اسے کاٹے"۔

معلوم ہوا کہ صلہ رِحمی کو اللہ تعالیٰ نے زبان عطا کی اور اسے اپنے حضور بولنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ بہ ظاہر یہ عجیب بات محسوس ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس نے ہر مخلوق کو پیدا کیا ہے وہ اسے زبان دینے پر قادر ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب رِحم پیدا کیا گیا تو اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ جو مجھے جوڑے اللہ اس سے تعلق جوڑے اور جو مجھ سے کٹے اللہ بھی اس سے تعلق کاٹ لے اور پھر اس کی خواہش قبول کی گئی اور اب بھی وہ برابر عرش سے لٹکے ہوئے یہی دعا کرتے جا رہا ہے۔

صلہ رحمی کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا انقطعت رحمه وصلها" (صحیح بخاری، ح:۵۹۹۱۔ سنن ترمذی، باب ما جاء فی صلۃ الرحم)

"صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے بلکہ وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے"۔

قریباً اسی مفہوم کی ایک روایت صحیح مسلم کتاب البر والصلہ میں بھی ہے۔

صلہِ رحمی ایک معروف نیکی

معروف سے مراد وہ نیکیاں ہیں جو معاشرے میں جانی پہچانی ہوتی ہیں اور ان کو ہر نیک و بد، مومن و مشرک، نیکی ہی کی حیثیت سے جانتا اور سمجھتا ہے۔ چاہے دنیا کے کسی بھی خطے میں رہنے والا بشر، ہو اس نیکی کے بارے میں اسے کوئی شبہ نہیں ہوتا کہ نامعلوم یہ نیکی ہے بھی یا نہیں؟ دراصل اللہ تعالیٰ نے نیکی کا جذبہ انسان کے اندر رکھ دیا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض نیکیاں دنیا کے ہر خطے اور دور میں متفقہ رہی ہیں۔ صِلہ رحمی بھی انہی معروف نیکیوں میں سے ایک ہے۔



صلہ رحمی مقاصدِ بعثت میں سے ایک

بعثتِ انبیاء کا مقصد رب کریم کی عبادت اور اطاعت کو اہلِ زمین کے رگ و ریشے میں جاری و ساری کرنا اور کفر و شرک کی جڑ کاٹنا تھا۔ صلہ رحمی بھی ان امور میں سے ایک ہے جن کے بارے میں رب کریم نے خاص ہدایات دیں اور انبیاء نے اہلِ زمین کی اس طرف توجہ دلائی۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''جاہلیت میں میں یہ سمجھنے لگا تھا کہ لوگ گمراہی میں مبتلا ہیں۔ جب وہ بت پوجتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے پاس خیر و صلاح کا کوئی حصہ نہیں۔ اس اثنا میں مجھے خبر ملی کہ مکہ میں ایک شخص نئی باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ میں مکہ میں پہنچا۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ چھپ کر تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ایک لطیف تدبیر کے ذریعے میں آپ ﷺ سے ملا اور آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ کس طرح کے آدمی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نبی ہوں'' میں نے پوچھا ''نبی کیا ہوتا

ہے؟'' آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اللہ نے مجھے اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے''۔ میں نے پوچھا! ''کون سا پیغام''؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ نے بھیجا ہے صِلہ رحمی کی تبلیغ کے لیے۔ بتوں کی شکست وریخت کے لیے اور اس بات کے لیے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کریں کہ اس کے ساتھ کوئی شئے شریک نہ ٹھہرائی جائے''۔

(سنن ترمذی، ابواب البر والصلہ، ح:۱۹۰۴)

رسول اللہ ﷺ نے جب اعلانِ نبوت کیا۔ قریش پر دعوتِ توحید پیش کی تو کفارِ قریش نے مسلمانوں پر ایمان لانے کے جرم میں ظلم کے پہاڑ ڈھادیئے تو کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گئے۔ قریش نے نجاشی شاہِ حبشہ کے دربار میں سفارت روانہ کی تاکہ مسلمانوں کو فسادی' باغی اور بے دین کہہ کر وہاں سے بھی نکلوا دیا جائے۔ اس وقت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسلمان مہاجرین کے امیر کی حیثیت سے اپنا مؤقف پیش کرتے ہوئے دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا: اور سچائی' ادائے امانت' صِلہ رِحمی اور پڑوسی سے حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہیں''۔ (دیکھئے سیرت رحیق المختوم۔ بلاغِ مبین از مولنا حفظ الرحمان سیوہاروی)



رشتہ داری کی حدود

پنجابی میں ایک کہاوت ہے "پڑ پیا تے ساک گیا" یعنی رشتہ جب تیسرے درجے پر پہنچ جائے تو ختم ہو جاتا ہے لیکن اسلام میں ایسا نہیں بلکہ رشتہ داری کی حدود بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور یہ تمام رشتہ داریاں درجہ بدرجہ اس قابل ہیں کہ ان کے تمام حقوق کا لحاظ رکھا جائے اور ان سے ناطہ جوڑا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تاکید کی:

" انكم ستفتحون ارضا يذكر فيها القيراط " وفی رواية " يتفتحون مِصْرَ وهی ارض يسمى فيها القيراط 'فاستوصوا باهلها خير فانّ لهم ذمّةً ورَحِمًا"

"تم عن قریب ایسا علاقہ فتح کرو گے جس میں قیراط کا ذکر ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے تم عن قریب مصر فتح کرو گے اور یہ ایسی سرزمین ہے جس میں قیراط کا لفظ عام بولا جاتا ہے، پس تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، اس لیے کہ ان کے لیے ذمہ اور رشتہ ہے یا یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ ذمہ اور سسرالی تعلق

ہے“۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب وصیۃ النبی باھل مصر ح ۲۵۴۳)

علماء نے کہا ہے کہ ان کا وہ رشتہ جس کا حوالہ رسول اللہ ﷺ نے دیا وہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کا ان میں سے ہونا ہے اور سسرالی تعلق کا مطلب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا ان میں سے ہونا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رشتہ داری کا لحاظ رکھا۔ چنانچہ طبرانی میں روایت ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر فتح کرنے گئے تو کئی روز لڑائی سے رکے رہے اور ان کے نمائندہ پادریوں سے کہا:

”ہمیں آپ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ آپ لوگوں کے ساتھ ہمارا رحم کا تعلق ہے“۔

پادریوں نے یہ سنا تو بول اٹھے! ”انبیاء کے سوا اتنی دور کی رشتہ داری کا کوئی پاس نہیں رکھتا“۔ (حیاتِ صحابہ جلد دوم)

مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

”یا ابن الذبیحین“۔ ”اے دو ذبح ہونے والوں کے بیٹے“۔

آپ ﷺ سن کر مسکرائے۔

دو ذبح ہونے والوں سے مراد ایک اسماعیل علیہ السلام ہیں جنہیں ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ذبح کیا لیکن اللہ نے ان کے بدلے مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا

اور ہمیشہ کے لیے یہ سنت جاری کر دی۔ دوسرے رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ ہیں جن کے باپ عبدالمطلب نے یہ منت مانی تھی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے اور وہ میری زندگی ہی میں جوان ہو گئے تو ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں ذبح کروں گا۔ چنانچہ قرعہ فال عبداللہ کے نام نکلا لیکن ان کے بدلے میں سو اونٹ قربان کیے گئے اور وہ ذبح ہونے سے بچ گئے۔

مندرجہ بالا واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد کی نسبت اس کے آباء میں سے کسی کی طرف بھی کی جا سکتی ہے۔

آباء میں صرف باپ دادا ہی نہیں بلکہ چچا اور داداؤں کے چچا بھی شامل ہیں۔ اسی طرح ننھیالی رشتہ داروں کی نسبت ماموؤں کے وسیع لفظ سے ظاہر کی جاتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سعد بن مالک بن وقاص بن وھب کو اپنا ماموں کہا کرتے تھے۔ (رحمۃ للعالمین' جلد دوم)

رسول اللہ ﷺ بنی نجار کے کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا:

اے ماموں! کہو" لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه "۔ مریض نے کہا!" چچا یا ماموں"؟ آپ ﷺ نے فرمایا!" آپ چچا نہیں ماموں ہی ہیں"۔ اس کے بعد فرمایا:" لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه " مریض نے کہا:" کیا یہ میرے لیے بہتر ہے"؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" ہاں"

(حیات الصحابہ' ص ۷۸ بحوالہ ہیثمی اس روایت کے راوی صحیح ہیں)

بنونجار رسول اللہ ﷺ کی پردادی سلمیٰ زوجہ ہاشم کے میکے والے تھے۔اس نسبت سے رسول اللہ ﷺ بنونجار کو اپنا ننھیال کہا کرتے تھے۔ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اسی خاندان سے تعلق تھا۔ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کے لحاظ سے رشتہ داری کی حدود کسی علاقے اور خاندان دونوں ہی میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔صرف یہی نہیں! اسلام میں رشتہ داری کی حدود اور حقوق اپنے قریبی رشتہ داروں کے دوستوں تک وسیع ہیں۔ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا:

"اِنَّ البِرَّ صلة الرجل اهل وِدّابیه "(صحیح مسلم' کتاب البر والصلہ' ح:۲۵۵۲)

"سب سے بڑی نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرنا ہے"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل بھی خوب کرتے تھے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ جاتے تو ایک گدھا ساتھ رکھتے تاکہ اس پر سوار ہو سکیں۔ایک بار راستے میں ایک بدو آنکلا۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: "کیا تو فلاں کا بیٹا ہے"؟ اس نے کہا "ہاں"۔عبداللہ بن عمر نے گدھا اسے دے دیا اور کہا کہ اس پر سوار ہو جاؤ اور اپنا عمامہ اتار کر اسے دے دیا۔آپ کے ساتھیوں نے کہا" آپ نے یہ کیا کیا؟ آپ نے اسے گدھا اور سر کا عمامہ دے دیا۔یہ تو دیہاتی لوگ ہیں تھوڑی سی چیز پر راضی

ہو جاتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اس شخص کا باپ عمر بن خطاب (میرے باپ) کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے تعلق برقرار رکھے اور ان سے حسنِ سلوک کرے''۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ. ۲۵۵۲)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کرتے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھی گوشت بھیجا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج خدیجہ وفضلہا۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ: ۲۴۳۵)

معلوم ہوا کہ انتہائی دور کے رشتہ داروں اور رشتہ داروں کے دوستوں سے بھی حسنِ سلوک کی بنیاد پر تمام نوعِ انسانی باہم حسنِ سلوک کرنے کی پابند ہے۔ اسلام نے اس کی نظری بنیادیں بھی مہیا کیں اور اس پر عملی مثالیں بھی حرفِ شاہد ہیں کہ انسانی ہمدردی اور باہم اخوت کا اصل علم بردار صرف اسلام ہے۔



صلہ رحمی اور نسب سیکھنا

صِلہ رِحمی کرنا واجبات میں سے ہے اور قطع رحمی حرام امور میں سے۔ لہٰذا اسلام نے یہ تاکید کی ہے کہ انساب یاد رکھے جائیں یعنی رشتہ داریوں کا علم ہوتا کہ صلہ رحمی بھی کی جاسکے اور وراثت وغیرہ کے احکام پر بھی عمل کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ ترمذی نے روایت کیا ہے۔

"تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم أن صلة الرحم محبّة فی الاهل مترأة فی المال منسأةٌ"۔ (فی الاثر' کتاب برلوالدین والصلۃ الرحم' باب ماجاء فی تعلیم النسب)

"اپنا اپنا نسب سیکھو تاکہ رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرسکو' کیونکہ بہتر سلوک اہلِ تعلق میں محبت پیدا کرنے' دولت بڑھانے اور عمر میں برکت کا باعث بنتا ہے"۔ [مولانا برھان الدین سنبھلی نے اس روایت کے بارے لکھا ہے کہ ترمذی نے اسے غریب کہا ہے۔ جب کہ مولانا عبد الرحمان مبارک پوری نے اس کا صحیح ہونا نقل کیا ہے۔ (دیکھیے

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

"تعلموا انسابکم ثم صِلوا ارحامکم، والله انه لیکون بین الرجل وبین اخیه الشئی ولو یعلم الذی بینه وبینه من داخِلۃِ الرحم لاوزعه ذالك من انتهاکه"۔ (الادب المفرد، باب تعلموا انسابکم ما تصلون به ارحامکم، رقم الباب، ۳۸)

"اپنے نسب سیکھو تا کہ صلہ رحمی کر سکو، اللہ کی قسم آدمی اور اس کے بھائی کے درمیان وہ چیز ہوتی ہے اگر وہ جان لے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان جو اندرونی رشتہ داری ہوتی ہے تو یہ علم اسے اپنے بھائی کے انتہاک سے باز رکھے گا"۔ یعنی اسے بے عزت کرنے اور اسے حقیر جاننے سے"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے:

"اپنے اپنے نسب یاد کرو تا کہ صلہ رحمی کر سکو اس لیے کہ رحم میں بُعد (دوری) نہیں جب کہ وہ قریب ہو اگر چہ وہ دور ہو اور رحم میں قرب نہیں جب کہ وہ دور ہو اگر چہ وہ قریب ہو اور ہر رحم قیامت کے دن اپنے صاحب کے سامنے آئے گا اور اگر رشتہ ملایا ہوگا تو ملانے کی اور اگر قطع کیا ہوگا تو وہ قطع کی گواہی دے گا"۔

(الادب المفرد، باب تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم، رقم الباب ۲۳، ۷۔ اخرجہ الحاکم فی العلم وفی البر والصلہ)

رشتہ داری میں ترتیب

جو رشتہ دار جتنا قریبی ہوتا ہے اس سے محبت بھی زیادہ ہوتی ہے اور اس کے حقوق بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ چنانچہ رب کریم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے فرمایا:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾ (الاحزاب:٦)

”بلا شبہ نبی ﷺ مومنوں کے لیے ان کی ذات سے بھی مقدم ہیں اور آپ ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور کتاب اللہ کی رُو سے مومنین اور مہاجرین کی نسبت رشتہ دار ایک دوسرے کے (ترکے کے) زیادہ حق دار ہیں البتہ اگر تم اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی کرنا چاہو تو (کر سکتے ہو) کتاب اللہ میں یہی لکھا ہوا

ہے"۔

سورۃ الانفال میں فرمایا:

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ﴾ (الانفال:۷۵)

"(اور اللہ کے حکم کی رو سے) رشتہ دار ایک دوسرے کے (ترکے کے) زیادہ حق دار ہیں"۔

معلوم ہوا کہ دینی محبت اور اطاعت کے لحاظ سے رشتہ داروں کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی محبت فوقیت رکھتی ہے بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین"۔

"تم میں سے کوئی تب تک صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔ (صحیح بخاری' کتاب الایمان' صحیح مسلم' کتاب الایمان:۱۶۶ نسائی:۵۰۱۳ ابن ماجہ:۶۷)

رسول اللہ ﷺ کی بیویاں پوری امت کے لیے احترام، محبت اور حرمت کے لحاظ سے مائیں ہیں لیکن ان ماؤں سے جو تعلق ہے اس کی وجہ سے نسبی ماؤں کی طرح ترکہ کے احکامات اور حجاب کے احکام مستثنٰی ہیں۔ ترکہ صرف نسبی حق داروں

کو ملا کرتا ہے۔ دینی ماں باپ یا بہن بھائیوں کو نہیں ملتا، نہ ہی دینی بھائی چارے کی بناء پر حجاب کے احکام میں تخفیف کی جا سکتی ہے۔

سید سلمان ندویؒ لکھتے ہیں:

اسلام نے ہر انسان کے تعلقات کی کمی وبیشی اور دوری ونزدیکی کی ترتیب وتدریج کے ساتھ متعین ہر ایک کا درجہ اور مرتبہ الگ الگ مقرر کر دیا ہے۔ مثلاً ایک حیوان کے مقابلے میں انسان کی مدد، ایک اجنبی کے مقابلے میں دوست کی، غیروں کے مقابلے میں ایک عزیز کی اور ان عزیزوں میں بھی قرابت کی دوری ونزدیکی کی ترتیب اسی طرح رکھی گئی ہے۔ (سیرت النبی، جلد ششم)



ادائے حقوق میں ترتیب

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾(البقرة:٢١٥)

''آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ تمہیں مال میں سے خرچ کرنا ہے سو وہ حق ہے والدین کا اور رشتہ داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا اور جو بھی نیکی کرو گے اللہ اس کو پورا پورا جانتا ہے''۔

اس حکم سے پتا چلتا ہے کہ ترتیب کے لحاظ سے کون مقدم ہے اور کون مؤخر۔ اس ترتیب کی وضاحت مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

''جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا:

''اپنی ذات سے شروع کر، جب اس سے بچ رہے تو اہل وعیال پر، اہل و عیال سے بچ رہے تو اپنے رشتہ داروں پر اور رشتہ داروں سے بچ رہے تو اس طرح

اور اس طرح یعنی غیر رشتہ داروں پر خرچ کر''۔ (صحیح مسلم)

اہل وعیال سے مراد وہ تمام گھر والے اقرباء ہیں، اسلام جن کی کفالت کا ایک عاقل بالغ مرد کو ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ ان میں والدین، بیوی اور بچے تو لازماً شامل ہیں، اس کے علاوہ بہن بھائی، دادا، دادی، نانا، نانی، بھتیجے، بھتیجیاں، بھانجے، بھانجیاں، خالہ، پھوپھی، چچا، ماموں غرض ترتیبِ قرابت کے لحاظ سے وہ سب رشتہ دار شامل ہیں جو مالی لحاظ سے بے سہارا یا معذور ہوں۔ مندرجہ ذیل حدیث بھی اہل قرابت میں حسنِ سلوک کے حوالے سے ترتیب ہی کے بارے راہنمائی کرتی ہے۔

حکیمؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ میں کس سے نیکی کروں؟ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنی ماں سے'' میں نے دوبارہ عرض کیا ''اس کے بعد کس سے''؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی ماں سے''۔ میں نے دوبارہ عرض کیا ''اس کے بعد کس سے؟'' آپ ﷺ فرمایا: ''اپنی ماں سے'' میں نے پھر عرض کیا۔ ''پھر کس سے '' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے باپ سے'' پھر آپ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا:

"ثم الاقرب فالاقرب"۔

" پھر دوسرے قریبیوں سے پھر اور قریبیوں سے درجہ بدرجہ"۔

(سنن ترمذی' حسن صحیح حدیث' ابواب البر والصلہ' باب ما جاء فی برلوالدین: ۱۸۹۷)



مرتبے کے لحاظ سے رشتہ دار

مرتبے کے لحاظ سے رشتہ داروں کی چار قسمیں ہیں:

① والدین کے مرتبے پر:

ان میں حقیقی والدین کے دادے دادیاں' نانے' نانیاں اور والدین کے بہن بھائی بھی شامل ہیں یعنی چچا' ماموں' پھوپھی' خالہ چاہے وہ ماں سے ہوں' چاہے باپ سے' چاہے سگے' چاہے رضاعی۔ نیز والدین کے بہن بھائی حقیقی ہوں یا سوتیلے ہوں' رضاعی ہوں یا ان کے رشتے سے بہن بھائی (کزن) چچا زاد' پھوپھی زاد' خالہ زاد' ماموں زاد وغیرہ۔ شوہر کے لیے بیوی کے اور بیوی کے لیے شوہر کے مندرجہ بالا رشتہ دار بھی خدمت واحترام کے لحاظ سے والدین ہی کے مرتبہ پر ہیں۔

②۔ اولاد کے مرتبے پر:

ان میں اولاد' شوہر کی اولاد' یا بیوی کی اولاد اور ان سب کی اولاد یعنی پوتے'

پوتیاں' نواسے' نواسیاں حقیقی ہوں یا سوتیلے شامل ہیں۔ نیز آدمی کے اپنے بہن بھائیوں کی اولاد' رشتے کے بہن بھائیوں کی اولاد' رضاعی بہن بھائیوں کی اولاد' بیوی یا شوہر کے بہن بھائیوں کی اولاد بھی شامل ہے۔

۳۔ بہن بھائی کے مرتبے پر:

ان میں سگے بہن بھائی' ماں کی طرف سے بہن بھائی' باپ کی طرف سے بہن بھائی نیز شوہر یا بیوی کے بہن بھائی اور رضاعی بہن بھائی بھی شامل ہیں۔ نیز چچا زاد' ماموں زاد' خالہ زاد' اور پھوپھی زاد بھی بہن بھائی ہی کے مرتبے پر ہیں۔ یاد رہے کہ یہاں محرم اور نامحرم کی بات نہیں ہو رہی بلکہ کون کس درجے یا مرتبے پر ہے' اس حوالے سے بات ہو رہی ہے۔ نیز حقوق ادا کرتے ہوئے قریبی رشتہ دار کو دور کے رشتہ دار پر ترجیح دی جائے گی۔ اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔ بہت سی روایات مندرجہ بالا رشتوں کے ساتھ حسب مراتب حسنِ سلوک کرنے کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہما کی پرورش کا حق جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنے پر تفویض کیا ''کہ میری بیوی اس بچی کی خالہ ہے''۔ آپ نے بچی ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا:

''الخالة بمنزلة الام''

''خالہ ماں ہی کے مرتبے پر ہوتی ہے''۔ (صحیح بخاری' کتاب الصلح' ۱۲۱۹)

محرم و نامحرم رشتہ دار

اسلام میں نکاح اور حجاب کے لحاظ سے رشتہ داروں کی دو قسمیں ہیں محرم اور نامحرم۔ محرم رشتہ دار وہ ہیں جن سے زندگی میں کبھی بھی کسی صورت میں نکاح نہیں ہوسکتا لہٰذا ان رشتہ داروں سے عورت کے لیے حجاب کی بھی کوئی پابندی نہیں۔ محرم رشتہ داروں کے علاوہ باقی سب رشتہ دار نامحرم ہیں' ان سے نکاح ہوسکتا ہے اور ان سے حجاب بھی ضروری ہے۔

محرم رشتہ دار مندرجہ ذیل ہیں:

- باپ اور باپ کے تمام نانا اور دادا وغیرہ سگے ہوں' سوتیلے ہوں یا رضاعی۔
- باپ کے چچا اور ماموں سگے ہوں یا سوتیلے یا رضاعی۔
- بیٹے سگے ہوں' سوتیلے ہوں یا رضاعی نیز ان بیٹوں کے بیٹے' نواسے' پوتے وغیرہ۔
- بھائی سگا ہو' سوتیلا ہو یا رضاعی اور ان کے بیٹے (بھتیجے) پوتے اور نواسے۔
- بہن (سگی ہو سوتیلی ہو یا رضاعی) کے بیٹے (بھانجے) پوتے اور نواسے

و غیرہ۔

- خاوند کا سگا باپ' اس کا دادا اور نانا وغیرہ۔
- داماد' پوتی اور نواسی کا خاوند۔



دامن عورت پر تہمت لگانا⑤ سود کھانا⑥ یتیم کا مال کھانا⑦ مسجد میں الحاد کرنا⑧ تمسخر کرنا⑨ والدین کی نافرمانی کرنا۔

پھر فرمایا:

''کیا تم آگ سے ڈرتے ہو؟ میں نے عرض کیا! ''ہاں! اللہ کی قسم''۔ انہوں نے پوچھا: ''کیا تمہارے والدین زندہ ہیں''؟ میں نے کہا ''میری والدہ زندہ ہیں''۔ فرمایا: ''اللہ کی قسم' اگر تم کبائر سے مجتنب رہو اور اپنی والدہ سے نرمی کی بات کرو۔ اسے کھانا کھلاؤ تو تم ضرور جنت میں داخل ہو گے''۔ (الادب المفرد:۸)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا! ''میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے' کیا توبہ کی کوئی صورت ہے''؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! ''کیا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا ''نہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تیری خالہ ہے''؟ اس نے عرض کیا ''جی ہاں!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ اس سے جا کر حسنِ سلوک کرو''۔ (سنن ترمذی' حسن صحیح حدیث)

معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کرنا اور خصوصاً ماں یا ماں برابر رشتے کی خواتین کی خدمت کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ خالہ کا مرتبہ بھی ماں کے برابر ہی ہے اور جو شخص چاہتا ہے کہ وہ ماں کی خدمت کا اجر حاصل کرے اور اس کی ماں زندہ نہ ہو تو وہ خالہ سے حسنِ سلوک کرے۔

اللہ تعالیٰ کی معاونت کا سبب:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں اور وہ عجیب طبیعت کے واقع ہوئے ہیں' میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ میں ان سے نیکی کرتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے پیش آتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر تو واقعی ایسا ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تو گویا تو ان کے منہ میں گرم گرم بھوبل ڈالتا ہے" (یعنی تیری عطا ان کے حق میں حرام ہے اور ان کے شکم میں آگ کا حکم رکھتی ہے) اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان پر تیری مدد کرتا رہے گا جب تک تو اس صفت پر قائم رہے گا"۔ (صحیح مسلم' کتاب البر والصلۃ: ۲۵۵۸)

مولانا صلاح الدین یوسف اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ایک رشتے دار کی بدسلوکی یا قطع رحمی' دوسرے رشتہ دار کی بدسلوکی یا قطع رحمی کے لیے وجہِ جواز نہیں کیونکہ رشتے داروں کی بدسلوکی کے باوجود ان سے حسنِ سلوک ہی کی تاکید ہے۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ ہر حال میں حسنِ سلوک کرنے والا اللہ کے ہاں نہایت معزز و مکرم ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسمانوں سے مددگار نازل فرماتا ہے۔ تیسرا یہ کہ قطع رحمی کا انجام گرم راکھ کے کھانے کے انجامِ بد کی طرح برا ہے۔

(ریاض الصالحین' باب بر الوالدین وصلۃ الرحم' مطبوعہ دار السلام)

جنت میں داخلے کا سبب:

ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری باب وجوب الزکاۃ: ۱۳۹۶۔ صحیح مسلم کتاب الایمان: ۱۳)

صحیح بخاری میں ایک روایت اس طرح ہے کہ "ایک شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے"۔ اس پر لوگوں نے کہا۔" اسے کیا ہو گیا ہے؟ اسے کیا ہو گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو ضرورت ہے"۔ (اس لیے پوچھ رہا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا! "اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا نماز قائم کر زکوٰۃ دے صلہ رحمی کر اور اب اسے چھوڑ دے"۔ (یعنی اونٹنی کی نکیل) راوی کہتے ہیں شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹنی پر سوار تھے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: ۱۰۴۔ صحیح بخاری الادب المفرد)

آسان حساب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا:

جنت میں داخلے کا سبب:

ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ' نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری' باب وجوب الزکاۃ :۱۳۹۶۔ صحیح مسلم' کتاب الایمان:۱۳)

صحیح بخاری میں ایک روایت اس طرح ہے کہ ''ایک شخص نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے''۔ اس پر لوگوں نے کہا۔ ''اسے کیا ہو گیا ہے؟ اسے کیا ہو گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کو ضرورت ہے''۔ (اس لیے پوچھ رہا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا! ''اللہ کی عبادت کر' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا' نماز قائم کر' زکوٰۃ دے' صلہ رحمی کر اور اب اسے چھوڑ دے''۔ (یعنی اونٹنی کی نکیل) راوی کہتے ہیں شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹنی پر سوار تھے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان:۱۰۴۔ صحیح بخاری' الادب المفرد)

آسان حساب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا:

جنت میں داخلے کا سبب:

ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

یارسول اللہ مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ' نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری' باب وجوب الزکاۃ: ۱۳۹۶۔ صحیح مسلم' کتاب الایمان: ۱۳)

صحیح بخاری میں ایک روایت اس طرح ہے کہ "ایک شخص نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے"۔ اس پر لوگوں نے کہا۔ "اسے کیا ہوگیا ہے؟ اسے کیا ہوگیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو ضرورت ہے"۔ (اس لیے پوچھ رہا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا! "اللہ کی عبادت کر' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا' نماز قائم کر' زکوٰۃ دے' صلہ رحمی کر اور اب اسے چھوڑ دے"۔ (یعنی اونٹنی کی نکیل) راوی کہتے ہیں شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹنی پر سوار تھے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: ۱۰۴ صحیح بخاری' الادب المفرد)

آسان حساب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا:

''جس شخص میں تین صفات ہوں گی' اس کا حساب آسانی سے لیا جائے گا اور اللہ اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا''۔ کسی نے عرض کیا! ''یا رسول اللہ ﷺ وہ صفات کیا ہیں''؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو تمہیں محروم کرے اسے دو۔ جو تم سے رشتہ توڑے اس سے جوڑو۔ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔ جب تم یہ سب کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائے گا''۔ (طبرانی وحاکم' قال صحیح الاسناد۔ الادب المفرد)

دوہرے اجر کا باعث:

سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص روزہ کھولے تو اس کو چاہیے کہ وہ کھجور سے روزہ کھولے' اس لیے کہ اس میں برکت ہے۔ اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے کھولے کیونکہ یہ پاک کرنے والا ہے''۔ اور فرمایا! ''مسکین پر کیا گیا صدقہ (صرف) صدقہ ہے اور رشتے دار پر (کئے گئے صدقے) کی دو حیثیتیں ہیں' وہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ (ابن حبان: ۸۹۲ صحیح ترمذی' ابواب الزکاۃ: ۶۵۸)

افضل صدقہ اور صلہ رحمی:

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

''کون سا صدقہ افضل ہے''؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس قریبی رشتہ دار کو دینا جو اپنے پہلو میں دشمنی چھپائے ہو۔ (مسند احمد' طبری' بسند حسن)

معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی زیادہ بدسلوکی کرے، جتنی زیادہ دشمنی اور حسد کرے، اس کے جواب میں اس سے حسنِ سلوک کرنا، اسے صدقہ دینا، ضرورت کے وقت اس کے کام آنا اجر کا باعث ہے اور یہی حقیقی صلہ رحمی ہے۔

ایمان شرطِ اول ہے:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابنِ جدعان زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا اور مساکین کو کھانا کھلاتا تھا، کیا اس کے لیے اس کے افعال نفع بخش ہوں گے''؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں اس لیے کہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ میرے رب قیامت کے دن مجھے بخش دینا''۔ (تیسیر الوصول فی احادیث الرسول ج۱، ص۸۸)

معلوم ہوا کہ جب تک ایمان نہ ہو کسی قسم کا بھی نیک عمل روزِ قیامت فائدہ نہ دے گا۔ لہٰذا کسی کا صلہ رحمی کرنا بھی اس کے حق میں مندرجہ ذیل تمام فوائد وثمرات کا حامل اسی وقت ہوگا جب اس کا ایمان پختہ اور صحیح ہوگا، وہ توحید پر کاربند ہوگا اور شرک وکفر سے بیزار ہوگا۔

ایمان کے بعد جاہلیت کی نیکیاں بھی فائدہ دیں گی:

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''میں نے جاہلیت میں کچھ کام عبادت سمجھ کر کیے تھے مثلاً صلہ رحمی کرنا، غلام آزاد کرنا، صدقہ دینا، کیا مجھے ان پر اجر ملے گا''؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!

جب تم اسلام لے آئے تو اب تمہاری گزشتہ تمام نیکیاں باقی ہیں (یعنی جاہلیت میں کیے گئے نیک کاموں پر اجر ملتا رہے گا)''۔

(صحیح بخاری' کتاب الادب:۵۹۹۲_۲۵۳۸_مسلم:۳۱۹)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں صلہ رحمی بھی شامل تھی' ان کا عہد جاہلیت میں صلہ رحمی کا ثبوت وہ واقعہ ہے، جب بنو ہاشم سے قریش نے قطع تعلق کیا اور انہیں تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا' کافروں نے مسلمانوں تک اشیائے خوردونوش کی رسد بھی روک دی اور زبردستی ہر اک کو اس معاہدے کی پابندی کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ حکیم بن حزام اس دور میں بھی چھپ چھپا کر اشیائے خوردونوش مسلمانوں تک پہنچاتے رہے۔ ایک بار انہوں نے کچھ اناج اپنے غلام کے ہاتھ بھیجا تو ابوجہل نے دیکھ لیا اور چھیننے کی کوشش کی۔ اتنے میں ابوالبختری بھی وہاں آ پہنچا' وہ اگرچہ کافر تھا لیکن اسے رحم آ گیا اور ابوجہل سے کہا ''اگر ایک شخص اپنی پھوپھی (خدیجہ رضی اللہ عنہا) کو کچھ کھانے کے لیے بھیجتا ہے تو تو کیوں روکتا ہے''؟ (سیرت ابن ہشام، جلد:۱)



قطع رحمی کی صورتیں

قطع رحمی صلہ رحمی کی ضِد ہے اور اس کا مطلب ہے رشتے ناطے کاٹنا' اس کی عملی زندگی میں بہت سی صورتیں ہیں مثلاً:

- رشتہ داروں سے بدگمانی کرنا
- ان کی غیبت کرنا
- چغلی کھانا
- ان سے بدزبانی سے پیش آنا
- ضرورت کے وقت رشتہ داروں کی مدد نہ کرنا
- جو جس مرتبے کا رشتہ ہے اس کا لحاظ نہ رکھنا
- قولِ معروف اور میٹھی زبان کے بجائے سخت گوئی سے کام لینا
- باہم میل ملاقات نہ رکھنا
- خوشی یا غم یا کسی اور اہم موقع پر شرکت نہ کرنا

- تحائف قبول نہ کرنا
- دعوت قبول نہ کرنا
- بیماری کے موقع پر عیادت نہ کرنا
- حسد کرنا وغیرہ۔

قطع رحمی کی سزا:

قطع رحمی ایک ایسا برا عمل ہے جسے ہر معاشرے میں برا سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا اس دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی ملے گی۔ قطع رحمی کی کچھ سزائیں جن کا ذکر قرآن حکیم اور احادیث میں ملتا ہے درج ذیل سطور میں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے:۔

دنیا میں جلدی سزا دلانے والا گناہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ما من ذنب اجدر ان یعجل الله لصاحبه العقوبة فی الدنیا مع ما یدخر فی الاخره من البغی قطیعة الرحم" (ابن ماجہ، ترمذی حدیث حسن، حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا، معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج، الادب المفرد رقم الباب ۳۳)

"ظلم و زیادتی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کی سزا دنیا میں دی جائے اور آخرت میں اس کے لیے جو سزا مناسب ہو وہ اسے دی جائے"۔

اللہ کی رحمت سے دوری:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان الرحمة لا ينزل على قوم فيهم قاطع رحم"

اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں ہوتی جس میں کوئی قاطع رحم ہو"۔

(اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان۔ بحوالہ الادب المفرد، باب لاتنزل الرحمۃ علی قوم فیھم قاطع رحم، رقم الباب ۳۱)

اللہ قاطعِ رحم سے تعلق قطع کر لیتا ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان الله تعالىٰ خلق الخلق حتّٰى اذا فرَغ منهم قامَتِ الرّحمُ فقالت هذا مقام العائذ بك من القطيعة 'قال :نعم اما ترضين ان اصل من وصلك واقطع من قطعك 'قالت بلىٰ قال فذالك لك ثم قال رسول الله ﷺ "اقرء وا ان شئتم ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴾(محمد:۲۲-۲۳)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، جب وہ ان کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم نے کھڑے ہو کر کہا" یہ اس شخص کا مقام ہے جو تجھ سے قطع رحمی سے پناہ مانگے"؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!" ہاں" کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے

تعلق جوڑوں جو تجھے جوڑے اور اس سے قطع تعلق کرلوں جو تجھے قطع کرے"۔ رِحم نے کہا "کیوں نہیں" (ایسا ہونا ہی چاہیے) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیات پڑھ لو (یقیناً قریب ہے کہ جب تم کو اقتدار ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رحموں (رشتوں) کو کاٹو' یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور انہیں بہرا اور اندھا کر دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، ح: ۵۹۸۷۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلہ، ح: ۶۵۵۴)

❁ قاطع رحم کا اندھا اور بہرا ہو جانا:

مذکورہ بالا حدیث میں جو آیات رسول اللہ ﷺ نے قطع رِحمی کے بارے میں پڑھنے کا حکم دیا' ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قطع رحمی کرنے والے کی سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

❁ قاطع رحم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت

اللہ تعالیٰ نے کلامِ حکیم میں فرمایا:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ (الرعد: ۲۵)

اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اس کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور اسے کاٹتے

رہتے ہیں جس کے لیے اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا اور زمین پر فساد کرتے رہتے ہیں۔ایسوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لیے اس جہان میں برا ٹھکانا ہے''۔

قاطع رحم کا ٹھکانہ برا ہوگا:

مندرجہ بالا آیت یہ ثابت کرتی ہے کہ رشتے ناطے توڑنے والے کا ٹھکانا آخرت میں بہت برا ہوگا۔

قاطع رحم پر جنت حرام:

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا یدخل الجنة قاطع ''۔(صحیح بخاری' کتاب الادب:۵۹۸۴۔صحیح مسلم کتاب البر والصلہ :۲۵۵۶)

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔

ابنِ حبان کی ایک روایت میں ہے کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ عادی شرابی' قاطع رحم اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔

(معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج)

قاطع رحم کی دعا قبول نہیں ہوتی:

اعمش کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ایک حلقے میں بیٹھے تھے' انہوں نے کہا ''میں قطع رحمی کرنے والے کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں

کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جائے کیونکہ ہم اپنے رب سے دعا کرنے لگے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لیے بند رہتے ہیں''۔ (سو اس وجہ سے ہماری دعا بھی قبول نہیں ہو گی)

(اخرجہ الطبرانی' قال الہیثمی' رواہ الطبرانی ورجالہ صحیح)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابو سلمانؒ کہتے ہیں ایک دن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کی شب (جب جمعرات کا دن ختم ہو کر جمعہ کی رات شروع ہوتی ہے) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''ہماری مجلس میں اگر کوئی قطع رحمی کرنے والا بیٹھا ہو تو میں اسے پوری تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جائے''۔ اس پر کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ انہوں نے یہ بات تین دفعہ کہی تو ایک نوجوان اپنی پھوپھی کے پاس گیا جس سے اس نے دو سال سے تعلقات ختم کر دیئے تھے' جب وہ اپنی پھوپھی کے پاس پہنچا تو اس کی پھوپھی نے پوچھا ''تم یہاں کیسے آ گئے''؟ اس نے کہا۔ ''میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایسے ایسے فرماتے سنا ہے'' (اس لیے آیا ہوں) پھوپھی نے کہا! ''ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو انہوں نے ایسا کیوں کہا''؟ اس نوجوان نے واپس جا کر پوچھا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہر جمعرات کی شام کو یعنی جمعہ کی رات کو لوگوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ قرابت توڑنے والے کے اعمال قبول نہیں کرتا''۔

(الادب المفرد، مسند احمد جملہ رواۃ ثقات)

قطع رحمی کا انجام دنیا میں:

سعید بن سمعان کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا وہ بچوں اور بے وقوفوں کی امارت سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ایک دن ان سے حسنہ جہمی نے پوچھا ''بچوں اور بے وقوفوں کی امارت کی علامات کیا ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا! ''جب قطع رحمی کی جانے لگے' گمراہوں کی اطاعت کی جائے اور راست رو کی نافرمانی کی جائے''۔ (الادب المفرد، باب اثم قاطع رحم، رقم الباب ۲۴)

معلوم ہوا کہ اگر معاشرے میں قطع رحمی عام ہو جائے تو اس گناہِ کبیرہ کے عام ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ معاشرے کو بے وقوفوں اور بچوں کی امارت میں دے دیتا ہے۔

قاطع رحم کے لیے وعید:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا !''میرے چند قرابت دار ہیں اور عجیب طبیعت کے واقع ہوئے ہیں۔ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان سے نیکی کرتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے پیش آتے ہیں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر واقعی تو ایسا ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تو گویا تو ان کے منہ میں گرم گرم راکھ ڈالتا ہے۔ (یعنی تیری

عطا ان کے حق میں حرام ہے اور ان کے شکم میں آگ کا حکم رکھتی ہے) اللہ تعالیٰ ہمیشہ تیری مدد کرتا رہے گا جب تک تو اس صفت پر قائم رہے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ: ۲۵۵۸)

معلوم ہوا کہ کسی عزیز کے اچھے سلوک کے باوجود اس سے برا سلوک کرنا' اسے ستانا' بدزبانی کرنا اور اسے ایذا دینا ایسے ہی ہے جیسا کہ اپنا پیٹ گرم راکھ سے خود اپنے ہاتھوں بھر رہے ہیں۔



صلہ رحمی کے عملی روّیے

صلہ رحمی بہت سے معروف اور احسن روّیوں سے ظہور میں آتی ہے جن میں چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے:

❁ ادائے حق:

اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے بارے فرمایا:

﴿ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (الروم:۳۸)

”سو قرابت دار کو اس کا حق ادا کر دیا کرو اور مسکین اور مسافر کا بھی' یہ ان لوگوں کے حق میں بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب رہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ

تَبۡذِيۡرًا﴾ (الاسراء:٢٦)

''اور تو قرابت دار کو اس کا حق ادا کر اور محتاج اور مسافر کا بھی اور فضولیات میں مال نہ اڑا''۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

- ☆ رشتہ دار کا حق ادا کرنا تاکیدی حکم ہے۔
- ☆ صلہ رحمی (رشتہ دار کا حق ادا کرنا) اپنے ہی حق میں بہتر ہے۔
- ☆ رشتہ داروں کا حق اللہ کی رضا طلب کرنے کے لیے ادا کیا جائے۔
- ☆ جو رشتہ داروں کا حق ادا کرے گا وہ روز قیامت فلاح پائے گا۔
- ☆ رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ حرام جگہوں پر خرچ کرنے سے بچنا ضروری ہے۔

سید سلیمان ندویؒ سیرت النبی ﷺ ' جلد ششم میں لکھتے ہیں:

'' عربی زبان میں قرابت کا حق ادا کرنے کو وصلِ رحم کہتے ہیں۔ اس کی دوسری معروف شکل صلہ رحم (رحم ملانا) ہے۔ اور قرابت کا حق ادا نہ کرنے کو قطع رحم (رحم کاٹنا) کہتے ہیں کہ رحم مادر ہی تعلقاتِ قرابت کی اصل جڑ ہے...... تمام بند بندھ کر ٹوٹ جانے والے اشتراکوں سے بڑھ کر اشتراک وہ ہے جس کا موطن رحِم مادر ہے۔ یہ ہم رحمی خالقِ فطرت کی باندھی ہوئی گرہ ہے جو متفرق انسانی ہستیوں کو

خاص اپنے دستِ قدرت سے باندھ کر رکھتی ہے ایک اور جس کا توڑنا انسان کی قوت سے باہر ہے۔ اس لیے اس کے حقوق کی نگہداشت بھی تمام انسانوں سے بڑھ کر ہے۔ ان لوگوں کو جو اس فطری گرہ کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں وحیِ محمدی ﷺ نے انہیں فاسق کا خطاب دیا ہے۔

﴿ وَ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ (البقرۃ:۲۶-۲۷)

"جو اللہ سے اپنے معاہدہ کو استحکام کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے حکم دیا تھا جوڑے رکھنے کا اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو بس یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے"۔

❁ کفالت:

حقِ قرابت میں سے چھوٹے' بے سہارا' معذور' یتیم افراد اور خواتین کا یہ حق ہے کہ ان کا سب سے اقرب رشتہ دار مرد ان کی کفالت کا ذمہ اٹھائے۔ چنانچہ خاوند پر بیوی کی...... جوان بیٹے پر والدین کی ...... باپ پر اولاد کی کفالت فرض ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو بڑا بھائی اگر بالغ ہو تو ورنہ دادا' چچا' اور اس کے بعد درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار مردوں پر کفالت فرض ہے۔ خاوند یا بیٹا نہ ہونے کی صورت عورت

کی کفالت اس کے باپ' بھائی یا قریبی مرد رشتہ دار پر ہے جو صاحبِ حیثیت ہو۔ اگر کوئی عورت صاحبِ حیثیت یعنی صاحبِ مال ہو تو اس پر بھی اپنے خاندان کے مالی لحاظ سے کمزور لوگوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنا صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔

❁ **ولایت:**

بچیوں کی کفالت کے علاوہ ان کی تعلیم و تربیت' ان کے ہر قسم کے اخراجات اور بشمول نکاح ان کے تمام امور کا ذمہ دار باپ ہے 'باپ نہ ہو تو دادا' یا بھائی یا چچا وغیرہ درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار مرد ہیں۔ (دیکھیے محرم رشتہ دار اور ان کی ذمہ داریاں)

❁ **یتیم کی سرپرستی:** یتیم اور بے سہارا بچوں کی کفالت ان کے قریبی رشتہ دار مرد پر فرض ہے۔ اگر یتیم بچہ صاحبِ مال ہے تو اس کے مال کی نگرانی اور دیگر جملہ امور کی ذمہ داری بھی قریبی رشتہ دار پر ہے۔ جب یتیم لڑکا بالغ ہو جائے یا یتیم بچی کی بلوغت کے بعد شادی کر دی جائے تو گواہوں کی موجودگی میں یتیم کا سرپرست اس کا مال اسے واپس کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یتیم کی سرپرستی کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ یتیم پر اس کے مال میں سے بہ قدرِ ضرورت خرچ کرے۔ اگر وہ خود مالی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اگر سرپرست مالی وسعت رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ یتیم پر اٹھنے والے اخراجات میں سے کچھ نہ لے۔ یتیم کا مال کھانا یا اس کا بہتر حصہ خود رکھ کر خراب حصہ اس کے لیے رکھنا بدترین کبیرہ گناہ ہے اور یہ پیٹ میں آگ بھرنے

کے مترادف ہے۔(یتیم کے مال کے بارے تفصیلی ہدایات کے لیے سورۂ نساء کے پہلے دو رکوع کا مطالعہ کریں۔)

❀ میراث کی تقسیم:

جب ایک شخص مرد یا عورت فوت ہو جائے تو اس کے رشتہ داروں کا فرض ہے کہ وہ فوری طور پر میت کی تمام جائیداد زمین' مکان' دکان' فیکٹری' زیور' سامانِ ضرورت' جمع شدہ رقم وغیرہ کی تقسیم اس طریقے سے کریں جس کا حکم شریعت نے دیا ہے۔یاد رہے کہ جب تک میت کے مال کے حصے کر کے حصہ داروں کو نہ دے دیئے جائیں تب تک اس میں سے ایک سوئی کو بھی کسی کی تحویل میں دینا درست نہیں۔تقسیمِ وراثت کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں بہت سی کوتاہیاں پائی جاتی ہیں جنہیں دور کرنا بہت ضروری ہے اسی حوالے سے مندرجہ ذیل امور ذہن نشین رکھنا ضروری ہیں۔

☆ مال کا اصل مالک اللہ ہے اور وہی یہ فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہے کہ فوت ہونے والے کا ترکہ کس رشتہ دار کو کتنا دیا جائے۔لہٰذا اس نے خود فیصلہ کر دیا ہے۔

☆ میت مرد ہو یا عورت اور اس کا ترکہ گھر کا سامان ہو یا زمین' جائیداد وغیرہ سب کچھ تقسیم کرنا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا﴾ (النساء:٧)

''مردوں کے لیے اس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں' عورتوں کے لیے بھی اس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ' ہر ایک کا طے شدہ حصہ ہے''۔

☆ جو مسلمان اللہ کے طے کردہ اصولوں کے مطابق میت کا ترکہ تقسیم نہیں کرتا اس کے لیے مندرجہ ذیل وعید ہے:

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (النساء:١٤)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے اللہ اسے دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر لی تو ساتویں زمین تک اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا''۔ (صحیح بخاری، کتاب المظالم:٢٤٥٨)

اس حدیث میں زمین کا نام ہے لیکن جو چیز بھی کسی دوسرے کا حق مار کر اس کا

زبردستی مالک بن بیٹھیں گے' اس کے لیے یہی وعید ہے۔ جب کسی کا حق وراثت میں سے ادا نہیں کیا جاتا تو چاہے لحاظ میں یا کمزور ہونے کی وجہ سے صاحب حق محسوس نہ بھی کرائے تو اس کا دل ناجائز قبضہ کرنے والے کی طرف سے کبھی بھی صاف نہیں ہوتا جس کی وجہ سے باہم نفرت' کینہ اور بعد پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے شدید عذاب سے بچنے اور صِلہ رحمی کو قائم رکھنے کا یہ قرآنی اصول ہمیں ہر حال میں اپنانا چاہیے اور فوری طور پر فوت ہونے والے کا ترکہ اس کے حق داروں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔

❁ عاقلہ:

یہ ایک شرعی اصطلاح ہے جس سے مراد قتل کا جرم کرنے والے کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا نسب باپ کی جہت سے ہو۔ یہ رشتہ دار قتل کا جرم کرنے والے پر عائد دیت کا بوجھ برداشت کرتے ہیں' اس کی مدد کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ یاد رہے کہ یہ صرف اس صورت میں ہے جب کہ قتل کرنے والے کو اس نے جان بوجھ کر قتل نہ کیا ہو۔ عاقلہ پر اس کی قسطیں کر دی جائیں گی تاکہ وہ تین سال کے اندر اندر اس کی ادائیگی دیں۔ (دیکھیے فقہ عبداللہ بن عمر' ص ۳۹' عنوان عاقلہ)

اگر کسی شخص پر کوئی اور مالی پریشانی آ جائے تو بھی رشتہ داروں کا فرض ہے کہ وہ اس شخص کی مالی مدد کریں۔ اگر کوئی شخص بے جا مال اڑاتا ہے' اسے گناہوں کے

کاموں میں صرف کرتا ہے یا اس نے جان بوجھ کر قتل کیا ہے تو ایسے معاملات میں رشتہ دار اس کی مدد نہیں کریں گے۔ بلکہ اس پر ہر طرح کا دباؤ ڈال کر اسے بے جا مال اڑانے اور گناہ کے کاموں میں مال صرف کرنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اگر کسی عورت نے لعان کیا ہو تو اس کے بچے پر یا اس عورت پر عائد ہونے والی دیت اس عورت کے والد کے نسبی رشتہ داروں پر ادا کرنا فرض ہے۔ (دیکھئے فقہ عبداللہ بن عمر)



صلہ رحمی اور ادائے حق

کیا یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ بہ ظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں گو ادائے حق اس واجب فعل کا نام ہے جس کا تعین قرآن وحدیث میں بھی کر دیا گیا ہے۔ صلہ رحمی کسی رشتہ دار پر مزید احسان کرنے' اس کو ناراض نہ کرنے اور اس کے ناپسندیدہ روّیے کو برداشت کرنے کا نام ہے جیسا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! ''میرے نزدیکی رشتہ دار مجھ سے تعلق توڑتے رہتے ہیں اور میں انہیں معاف کرتا رہتا ہوں' وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں'' میں ان پر احسان کرتا ہوں' وہ میرے ساتھ برائیاں کرتے رہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا ہے تو گویا تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور ان کے مقابلے میں اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک معاونت کرنے والا رہے گا جب تک تیرا یہی رویہ رہے گا۔ (مسلم' کتاب البر والصلہ، ح:۲۵۵۸)

احسان کیا ہے؟ احسان کا مطلب ہے (حق سے زیادہ دینا)۔ یہ بھی بہ ظاہر کسی ایک روّیے کا نام نہیں بلکہ بہت سے اچھے روّیوں کا اجتماعی نام ہے۔ قرآن

حکیم نے اہلِ ایمان کو احسان کی بہت زیادہ رغبت دلائی ہے۔ اہل ایمان کو تاکید کی:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى ﴾

(النحل:٩٠)

"بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل کا اور احسان کا اور اہلِ قرابت کو (حق) ادا کرنے کا"۔

اس آیت میں عدل سے مراد ادائے حق ہے اور احسان سے مراد ہے کہ حق ادا کرتے ہوئے بھی اصل حق سے زیادہ دیا جائے' کتنا زیادہ دیا جائے؟ اس کی کوئی حد متعیّن نہیں بلکہ ایثار کی حد تک زیادہ دینا ایک مستحب عمل ہے اور بہت زیادہ اجر کا باعث۔ نیز اللہ تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کی تعریف میں فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (آل عمران:١٤٨)

"اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

احسان کرنے والے کو اجر عطا کرنے کے بارے فرمایا:

﴿وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (البقرہ:٥٨)

"اور ہم نیکوکاروں کو زیادہ ہی دیتے ہیں"۔

احسان کون کون سے لوگوں کے ساتھ کرنا چاہیے' ان میں سے بیشتر کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ (النساء:٣٦)

''اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ کرو اور احسان کرو والدین کے ساتھ اور قرابت داروں کے ساتھ اور مسکینوں اور یتیموں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور ہم مجلس اور راہگیر کے ساتھ اور جو تمہاری مِلک ہیں (لونڈی غلام) ان کے ساتھ' بے شک اللہ ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو خود بین اور اترانے والے ہیں''۔

❁ اہلِ قرابت پر مال خرچ کرنا:

حکمِ ربانی ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ

أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ (البقرہ:۱۷۷)

''نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب کو رخ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی کتاب پر اور رسولوں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں کے چھڑانے میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں' یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں''۔

اہلِ قرابت پر مال خرچ کرنے کے لیے صحابہ کرام ہر وقت تیار رہتے تھے' جس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

☆ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے انصارِ مدینہ میں سے سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات تھے۔ انہیں سب سے پسند باغ بیرِ حاء تھا۔ یہ مسجدِ نبوی کے سامنے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لاتے اور باغ میں موجود پاکیزہ پانی نوش فرماتے۔ جب یہ آیت اتری:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (آلِ عمران:۹۲)

تو ابو طلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے''۔

''تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے''۔ مجھے اپنے مال میں سے بیرِ حاء باغ زیادہ پسندیدہ ہے۔ اسے میں اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ سے اس کے اجر کی امید رکھتا ہوں۔ پس اللہ آپ ﷺ کو جہاں سجھائے اسے تصرف میں لائیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واہ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے' تم نے جو کچھ کہا ہے میں نے سن لیا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردو''۔ ابوطلحہ نے عرض کیا! ''ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا''۔ چنانچہ انہوں نے اسے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، ح:۱۴۶۱' باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی...... صحیح مسلم' کتاب الزکاۃ، ح:۹۹۸)

واضح ہوا کہ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے سے قبل اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیکھا جائے اگر وہ امداد کے مستحق ہوں تو ان کی مدد کی جائے۔ اس کے بعد اگر کچھ بچے تو دوسروں پر صدقہ کریں۔ اس کے برعکس یہ درست نہیں کہ دوسروں کو تو فائدہ پہنچایا جائے اور اپنے محروم رہیں۔

☆ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنی ایک لونڈی کو آزاد کردیا لیکن رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت نہیں لی، جب میری باری کا دن آیا تو آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ میں نے اس لونڈی کو آزاد کردیا ہے۔ آپ ﷺ نے

مجھ سے اس کا پوچھا۔ میں نے عرض کیا! ''جی ہاں میں نے اسے آزاد کر دیا ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اسے اپنے ماموں کو دے دیتیں (اور ایک روایت میں خالہ کا ذکر ہے) تو یہ تمہارے لیے زیادہ اجر کا باعث ہوتا''۔

(صحیح بخاری' کتاب الھبہ' ح ۲۵۹۴۔ صحیح مسلم' کتاب الزکاۃ' باب فضل النفقۃ علی الاقربین)

☆ ام المومنین حفصہ بنتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا نے اپنا گھر اپنی (چچا زاد بہن) زید بن خطاب کی بیٹی کو عمر بھر کے لیے دے دیا تھا۔ (الادب المفرد)

چونکہ صلہ رحمی کسی عزیز کی بدسلوکی کے جواب میں حسنِ سلوک کا نام ہے لہٰذا جو عزیز بدسلوکی کرے، اس کی مالی امداد کرنا ہی صلہ رحمی ہے۔

☆ واقعہ افک میں جن لوگوں نے حصہ لیا ان میں مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ چونکہ مسطح رضی اللہ عنہ مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ اس لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ مسطح رضی اللہ عنہ بھی ان کی بیٹی پر تہمت لگانے والوں کے ہم نوا تھے تو انہوں نے ان کی مالی امداد روک لینے کا فیصلہ کر لیا اور اس پر قسم کھائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (النور:۲۲)

''جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ قرابت والوں اور مسکینوں کو

اور فی سبیل اللہ ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں چاہیے کہ معاف کرتے رہیں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرتا رہے۔ بے شک اللہ بڑا مغفرت والا، بڑا رحمت والا ہے"۔

☆ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا! "یا رسول اللہ! میں مالدار ہوں اور صاحب اولاد ہوں جب کہ میرا باپ میرے مال کا محتاج ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی مِلک ہے، تمہاری اولاد تمہارے لیے بہت ہی اچھی کمائی ہے پس اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ"۔ (سنن ابی داؤد ح ۳۵۳۰۔ ابن ماجہ ح ۲۲۹۰۔ مسند احمد ۲/ ۱۷۹۔ بہ سند حسن عن عبداللہ بن عمر۔)

معلوم ہوا کہ اولاد کی کمائی حقیقت میں باپ ہی کی کمائی ہے اور اسے اس پر یہ اختیار حاصل ہے کہ جہاں چاہے خرچ کرے۔ البتہ بیوی اور بچوں کا واجب خرچ مرد کے ذِمّہ ہے لہٰذا وہ ان پر بھی اپنی کمائی میں سے خرچ کرنے کا ذِمّہ دار ہے۔

☆ جب بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے قریش کو غلہ کی ترسیل بند کر دی۔ جب کہ قریش کو غلہ صرف انہی سے ملا کرتا تھا۔ قریش اس صورتِ حال سے کافی پریشان ہو گئے۔ بالآخر انہوں نے رشتہ داری ہی کا حوالہ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ثمامہ رضی اللہ عنہ سے کہہ کر ہماری بحالی کرائی جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ

قریش کو غلہ کی ترسیل جاری کر دیں۔ (صحیح بخاری:۴۶۹)

قریش گو رسول اللہ ﷺ کے اپنے اہلِ خاندان تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ پر کون سا ظلم تھا جو نہیں ڈھایا تھا۔ قتل کرنے کا منصوبہ بنایا' وطن سے نکالا' آپ ﷺ کے صحابہ کو انگاروں پر لٹایا' ان سے ہر چیز چھین لی' قطع تعلق کیا' مدینہ منورہ پہنچ کر بھی مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیا' اس کے باوجود آپ ﷺ سے صلہ رحمی کا حوالہ سنتے ہی ان کی امداد بحال کر دی۔

☆ غزوۂ طائف میں جو لوگ قیدی ہوئے ان میں قبیلہ بنو ہوازن کے لوگ بھی شامل تھے۔ اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنو سعد کی خاتون حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا' اس لیے وہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں تھیں۔ بنو ہوازن کے لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا ''قیدیوں میں آپ ﷺ کی مائیں' بہنیں' خالائیں اور پھوپھیاں بھی ہیں اور یہی کسی قوم کی رسوائی کا سبب ہوتی ہیں۔ (فتح الباری' ۳۳/۸۔ بحوالہ الرحیق المختوم' ۶۷۸)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صلہ رحمی کا مظاہرہ کیا اور ان کے تمام بیوی' بچوں کو قید سے آزاد کر دیا۔

بڑوں کا ادب واحترام کرنا:

صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کے عملی رویوں میں سے ایک یہ بھی

ہے کہ بڑوں کا احترام کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا"

اس شخص کا تعلق ہم سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کے شرف و فضل کو نہیں پہچانتا"۔

(سنن ترمذی' ابواب البر والصلہ' حسن صحیح حدیث: ۱۹۲۳۔ سنن ابی داؤد' کتاب الادب: ۴۹۴۳)

چھوٹوں پر شفقت کرنا:

جو رشتہ دار رشتے کے لحاظ سے یا عمر میں چھوٹے ہوں۔ ان کا یہ حق ہے کہ بڑے ان سے شفقت' محبت اور نرمی کا برتاؤ کریں' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان گزر چکا ہے۔ "اس شخص کا تعلق ہم سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کے شرف و فضل کو نہیں پہچانتا"۔ (سنن ترمذی: ۱۹۲۳۔ سنن ابی داؤد: ۴۹۴۳)

خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام بھی اپنے چھوٹوں پر نرمی اور شفقت کا برتاؤ فرماتے۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (مسجد نبوی میں) اس حال میں آئے کہ آپ کے کندھے پر آپ کی نواسی امامہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھانا شروع کی۔ جب آپ ﷺ رکوع میں جاتے تو امامہ کو زمین پر بٹھا لیتے اور جب سجدہ کر لیتے اور کھڑے ہونے لگتے تو انہیں دوبارہ اپنے کندھے پر بٹھا لیتے۔ (صحیح بخاری: ۵۹۹۶۔ مسلم: ۸۴۳)

اللہ تعالیٰ نے اولاد سے محبت انسان کی فطرت میں رکھ دی ہے اور اسی محبت کی وجہ سے وہ اس کی پرورش کرتا اور اس کو تحفظات مہیا کرتا ہے۔ اسی محبت کا ایک پہلو شفقت اور نرمی ہے۔

☆ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھا رکھا تھا اور فرما رہے تھے:

"اللھم انی احبه فاحبه"

اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر"۔

(صحیح بخاری' کتاب المناقب: ۳۷۴۹)

ہدیہ دینا:

قرابت کے حقوق اور ان سے صلہ رحمی کے اظہار کا ایک خوب صورت اور محبت آفرین ذریعہ باہم تحائف کا تبادلہ بھی ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ برقرار رہنا چاہیے۔ مثلاً کسی تقریب پر...... کسی کامیابی پر...... باہم ملاقات کے وقت وغیرہ۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ذی رحم لوگوں کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے اور خود بھی ہدیہ خوشی سے وصول کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

"تھادوا تحابوا"۔

"تحفے لو اور دو' اور آپس میں محبت بڑھاؤ"۔

(الادب المفرد' باب قبول الھدیہ' رقم الباب ۲۶۹ اخرجہ حدیثہ محمد فواد عبدالباقی)

ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کسی نے کچھ چیزیں ہدیۃً بھیجیں جن میں ایک زرّیں ہار بھی تھا۔ امامہ بنتِ زینب رضی اللہ عنہا ایک گوشے میں کھیل رہی تھیں (آپ ﷺ کی نواسی) آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں یہ ہار اس کو دوں گا جو شخص مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے''۔ ازواجِ مطہرات نے سمجھا یہ شرف عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوگا لیکن آپ ﷺ نے یہ ہار ننھی امامہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان کے گلے میں ڈال دیا''۔ (بعض روایات میں ہار کے بجائے انگوٹھی کا ذکر ہے اور یہ چیزیں بھیجنے والا حبشہ کا بادشاہ نجاشی تھا۔ (صحیح مسلم)

یاد رہے کہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر قیمتی ہدیے دینا سراسر ایک تکلف اور نمود و نمائش کا حصہ ہے بلکہ اپنی مالی حیثیت کے مطابق جو کچھ بھی میسر ہو جائے اور خلوص اور محبت کے ساتھ اپنے رشتہ داروں کو پیش کر دینا چاہیے نیز کسی کے معمولی سے ہدیے کو بھی بہت بڑا تحفہ سمجھیں کیونکہ ہدیہ خالصتاً الفت کا مظہر اور اخوت کا پیغام رساں ہوتا ہے۔ ہدیہ دیتے وقت ایسی چیز نہ دیں جو کسی کے کسی کام نہ آسکے بلکہ استعمال میں آنے والی چیز دیں اور اگر کبھی خاص طور پر کوئی چیز دینا چاہیں تو سامنے والے کو کوئی ایسی چیز دیں جو اس کی ضرورت کی ہو اور اس کے ہاں موجود بھی نہ ہوتا کہ وہ چیز اس کی ضرورت کو پورا کر سکے۔

ہبہ کرنا:

صلہ رحمی کے عملی روّیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے اقارب کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کوئی منافع بخش چیز بغیر کسی معاوضے کے اس کی ملکیت میں دے دی جائے۔ مثلاً مکان' غلام' دودھ دینے والا جانور' سواری کا ذریعہ' کوئی ضرورت کی مشین جیسے سلائی مشین' استری' گھڑی وغیرہ۔

دعوت کرنا:

باہم دعوتِ طعام کرنا بھی محبت کو بڑھانے کا اہم ذریعہ ہے اور اس سے رشتہ داری کو استحکام ملتا ہے۔ خصوصاً ولیمہ یا کسی خوشی کے موقع پر۔ خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی دعوت کیا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے اہلِ خاندان کو دعوتِ توحید دینے کے لیے ان کو کھانا کھلانے کا اہتمام کیا اور کھانا کھلانے کے بعد ان پر دعوتِ توحید پیش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"حق المسلم خمسٌ 'رد السلام' وعيادةُ المريض' واتباع الجنائز' واجابة الدعوة وتشميت العاطس"۔

مسلمان کے پانچ حق ہیں:

① ۔ سلام کا جواب دینا ② ۔ مریض کی عیادت کرنا ③ ۔ جنازوں کے ساتھ

جانا④۔ دعوت قبول کرنا⑤۔ چھینک کا جواب دینا''۔(صحیح بخاری:۱۲۴۰ صحیح مسلم)

اور ابوایوب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

"ست خصال من ترك منهن شيئا فقد ترك حقا واجبا"۔

"چھ خصلتیں ہیں جو ان میں سے ایک بھی ترک کر دے اس نے گویا ایک واجب حق کو ترک کر دیا'' اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے:

" واذا ستنصحه ان ينصح "

"جب وہ اس سے خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کرے''۔(مسلم:۲۱۶۲)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

"اذا دعی احدكم الى طعام فليجب فان شاء طعم وان شاء ترك"

''کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرنا چاہیے خواہ کھائے یا نہ کھائے''۔(سنن ترمذی' صحیح مسلم۔ مختصر الترغیب والترہیب' ح ۷۷ ترجمہ خالد سیف)

❁ عیادت کرنا:

اوپر جو حدیث دی گئی ہے کہ مسلمان کے پانچ حق ہیں' ان میں رشتہ دار بدرجہ اولیٰ شامل ہیں' لہٰذا عیادت کرنا بھی ان کے حق میں سے ایک حق ہے۔

نیز عیادت کرنا ان امور میں سے ہے جو اجر کا باعث ہیں۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من اتا اخاه المسلم عائدا مشى فى خرافة الجنة حتى يجلس فاذا جلس غمرته الرحمة فان كان غدوة صلى عليه سبعون الف ملك حتى يمسى وان كان مساء اصلى عليه سبعون الف ملك حتى يصبح"۔ (صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی' الجزء الاول' رقم الحدیث ۱۱۸۳۔)

"جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کے لیے آتا ہے تو پہنچنے تک مسلسل جنت کے راستے پر چلتا رہتا ہے پھر جب بیٹھتا ہے تو رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے اگر (عیادت کا وقت) صبح کا ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اگر شام کا وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں"۔

اگر عیادت کے لیے زیادہ دیر بیٹھا جائے اور لوگ لگاتار آتے جائیں تو تیمار دار حضرات بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ نیز عیادت کرنے والوں کی مہمان نوازی بھی کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا تھوڑی دیر کے لیے جائیں اور جاتے ہی کہہ دیں کہ مہمان نوازی کی ضرورت نہیں اور یہ کہ آپ کو جانے کی جلدی ہے۔ عیادت عبادت سمجھ کر کی جائے' رسم سمجھ کر نہ کی جائے۔ اگر مریض کو ضرورت کی کوئی چیز مہیا کر سکتے ہوں تو وہ بھی اس کے لیے لے کر جائیں اگر وسعت اور ممکن نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے آپ کو اس کا پابند نہ کریں۔

عیادت کرتے ہوئے اس کے آداب کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

مثلاً:

☆ مریض کو تسلی دینا کہ وہ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

☆ اس کی شفاء کے لیے دعا کرنا۔

☆ اس کے پاس بیٹھ کر دل بہلانا اور امید بندھانے والی باتیں کرنا، مایوس اور غمگین کرنے والی باتوں کا ذکر نہ کیا جائے۔

☆ مریض کے پاس عیادت کے وقت تھوڑی دیر بیٹھنا چاہیئے کیونکہ مریض سے زیادہ باتیں کرنا اس کی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ نیز مریض دوسروں کے سامنے تکلیف کے باوجود اپنی جسمانی حرکات اور چہرے کے تاثرات کو صحت مند شخص کی طرح رکھنا چاہتا ہے جب کہ بیماری کی وجہ سے اس کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا' اس سے اسے نفسیاتی اور جسمانی دونوں طرح کی تکلیف ہوتی ہے۔

جنازہ میں شرکت:

مسلمان کے پانچ حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جائے۔ رشتہ دار کا یہ حق بہ نسبت عام مسلمان کے بھی کہیں زیادہ ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ ہر واقف اور نا واقف فوت ہونے والے مسلمان کے جنازہ میں شرکت کریں جب کہ انہیں ان کا

پتا چل جاتا۔

تعزیت:

ایک مسلمان کو اگر کوئی جانی' مالی یا کسی اور قسم کا کوئی تکلیف دہ حادثہ پہنچے تو اہل قرابت کا فرض ہے کہ وہ اپنے بہن بھائی کی تعزیت کریں اور اس کے دکھ پر دکھ کا اظہار کریں' اس کو تسلی دیں' اس کے لیے رب العزت کے حضور دعا کریں۔ جب کوئی وفات پا جائے تو لواحقین کو صبر کی تلقین کرنا بھی ضروری امور میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من عزہ اخاہ المؤمن فی مصیبۃ کساہ اللہ حلۃ خضر آء یحبروبھا یوم القیمۃ......قیل یا رسول اللہ ﷺ ما یحبر؟قال یغبط"۔

(ابن عساکر/احکام الجنائز للالبانی۔رقم الصفحہ ۱۶۳۔)

"جس نے اپنے مومن بھائی کی مصیبت میں تعزیت کی اللہ اسے قیامت کے دن سبز حلہ پہنائے گا' جس پر قیامت کے دن رشک کیا جائے گا' لوگوں نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ تحبر سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:

"یغبط یعنی رشک کیا جائے گا"۔

فوت ہونے والے کے لیے مغفرت کی دعا کرنا بھی رشتہ داری کے حقوق میں شامل ہے۔ جب کہ اصلاً یہ ہر مسلمان میت کا حق ہے لیکن رشتہ دار پر یہ حق عام

مومنوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔

جس گھر میں میت ہو جائے اس کا مسلمان رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر یہ حق ہے کہ وہ کم از کم تین دن ان کے اہل خانہ کے لیے کھانا بھجوائیں۔ چنانچہ جب جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا آلِ جعفر کے لیے کھانا بھیجو کیونکہ وہ غم گین ہیں۔ (ترمذی:۱۹۹۹۔ ابوداؤد:۳۱۳۲۔ ابن ماجہ:۱۶۱۰)

دورِ حاضر میں میت والے تعزیت کے لیے آنے والوں کو کھانا کھلانے کا اہتمام کرتے ہیں اور آنے والے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ بہترین کھانا کھائیں گے۔ جب کہ اسلام میت والے گھر سے کھانا کھانے کے بجائے انہیں کھانا بجھوانے کی تاکید کرتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ صرف میت کے اہل خانہ کا کھانا بھجوانا چاہیے نہ کہ ان کے ہاں تعزیت کے لیے آئے ہوئے تمام لوگوں کا۔ ایسا کرنا ہندوانہ رسم ہے اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تعزیت کے لیے آنے والوں کو چاہیے کہ وہ کھانا کھانے سے سختی سے انکار کریں اور تعزیت کر کے جلد اپنے گھر کو لوٹ جائیں تاکہ اہلِ خانہ پر مہمانوں کی تواضع اور ان کے بٹھانے اور سلانے کا بوجھ نہ پڑے البتہ جو رشتہ دار بہت دور سے آئیں اور ان کے لیے اسی روز واپس جانا ممکن نہ ہو وہ میت والے گھر ٹھہر سکتے ہیں اور کھانا بھی کھا سکتے ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے "سوگ اور تعزیت کا مسنون طریقہ")

❁ باہم محبت، اخلاص اور ہمدردی:

اولوالارحام یا اہلِ قرابت کے درمیان چونکہ نسبی و رحمی تعلق ہوتا ہے اس لیے ان میں باہم اخلاص اور ہمدردی کا پایا جانا ایک فطری امر ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے کہ ان کی باہمی ہمدردی میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ گزشتہ سطور میں قرابت اور صلہ رحمی کے جتنے بھی عملی روّیوں اور حسنِ سلوک کے جس جس انداز کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب باہم اخلاص اور محبت ہی کے مؤید ہیں۔ اسلام تاکید کرتا ہے کہ

- ☆ باہم بدگمانی نہ کی جائے کسی کو برا بھلا نہ کہا جائے۔
- ☆ غیبت سے بچا جائے۔
- ☆ چغلی، طنز اور تمسخر سے گریز کیا جائے۔
- ☆ ادب اور احترام کو ملحوظ رکھا جائے۔
- ☆ احسان نہ جتایا جائے۔ احسان کر کے احسان کی توقع بھی نہ رکھی جائے۔
- ☆ قطع تعلق نہ کیا جائے۔

ان میں سے اکثر امور کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں کیا گیا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ

الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ﴾ (الحجرات:۱۲-۱۱)

''مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے مومن بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کرے وہ ظالم ہیں۔ اے اہل ایمان بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے اور اللہ کا ڈر رکھو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔

❁ رشتہ داروں میں نکاح کرنا:

نکاح کا تعلق رشتہ داری کو باہم مضبوط کرتا ہے۔ نیز یہ بھی صلہ رحمی کے حقوق میں سے ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان میں نکاح کیے۔ آپ ﷺ نے اپنی سب سے بڑی بیٹی کا نکاح ان کے خالہ زاد ابوالعاص سے کیا جو خدیجہ رضی اللہ عنہا

کے بھانجے تھے۔ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے کیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی چچا زاد خاندان بنوامیہ میں سے تھے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے کیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات کے وقت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ وہ ان کے بعد ان کی بھانجی امامہ بنتِ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیں چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا جب علی رضی اللہ فوت ہوئے تو آپ نے امامہ کو کہا کہ تم میرے بعد مغیرہ بن نوفل سے نکاح کر لینا۔ مغیرہ بن نوفل عبد المطلب کے پڑپوتے تھے یعنی علی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی کے بیٹے تھے۔ (سیر الصحابیات' ص ۱۱۳)

رشتہ داروں میں نکاح کرنے سے باہم محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کی عادات کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔ رشتہ داری کی وجہ سے کفو ہوتا ہے۔ زوجین کے رشتہ دار بھی باہم رشتہ دار ہوتے ہیں لہٰذا ایک دوسرے کے احترام کی وجہ سے کوئی جھگڑا ہونے سے پہلے ہی دب جاتا ہے اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو اہلِ خاندان مصالحت کروا دیتے ہیں۔ باہم نکاح کرنے سے بعید کے رشتے دوبارہ قریب آجاتے ہیں۔

دورِ حاضر میں ڈاکٹر قریبی رشتہ داروں میں نکاح کرنے کا یہ نقصان بتا رہے ہیں کہ اس طرح اولاد بیمار اور اپاہج پیدا ہوتی ہے اور نئی روشنی سے مرعوب لوگ اس

پر عمل پیرا بھی ہو رہے ہیں۔ حالانکہ یہ صرف واہمہ ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کا عمل ہی ہمارے لیے باعثِ رحمت ہے ڈاکٹروں پر مت جائیں اور خاندان میں مناسب رشتہ موجود ہو تو بغیر کسی تردّد کے رشتہ کریں کہ یہی راہِ صواب ہے۔

❁ اہلِ قرابت سے میل ملاقات رکھنا:

اہلِ قرابت سے میل ملاقات رکھنا بھی باہمی محبت کو بڑھانے کا باعث بنتا ہے۔ بشرطیکہ ملاقات صرف اللہ کے لیے کی جائے اور اسے اللہ کے عطا کردہ نظام معاشرت ہی کا ایک حصہ سمجھ کر ملاقات کی جائے۔ ملاقات کا مقصد کسی رشتہ دار پر فخر جتانا یا احسان جتانا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب کسی لمبے سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ پھر اپنی بیٹی فاطمہ کے ہاں تشریف لے جاتے ان کی خیر و عافیت دریافت کرتے۔ پھر اپنے گھر تشریف لاتے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کی دادی سلمیٰ زوجہ ہاشم کی نسبت سے رضاعی خالہ تھیں ان سے ملاقات کے لیے اکثر تشریف لے جاتے اور ان کے ہاں استراحت بھی فرماتے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی دوسری بہن ام حرام بنت ملحان کے ہاں بھی ملاقات کے لیے آپ اکثر جایا کرتے تھے۔

صلہ رحمی کا سب سے بڑا حق:

اہل قرابت رشتہ داروں کی سب سے بڑی خیر خواہی اور ان کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ ان کو پورے اخلاص اور ہم دردی سے نارِ جہنم سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ تمام انبیاء ورسل نے اپنے ابنائے قوم اپنے نسبی ونسلی بھائیوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں ہر قسم کی خیر خواہی اور حکمتِ تبلیغ کو بروئے کار لانے کی پوری کوشش کی۔ اپنے بھائیوں کے متکبرانہ اور ظالمانہ روّیے کے جواب میں انہوں نے کہا:

﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف:٦٢)

''میں تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔

رسول اللہ ﷺ نے اس معاملے میں اپنی ذمہ داری پوری دیانت کے ساتھ نبھائی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (الشعراء:٢١٤)

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے''۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پورے خاندان قریش کو بلایا۔ چنانچہ ان کے تمام

خاص و عام افراد جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

" یا بنی عبد شمس' یا بنی کعب بن لوی إنقذوا انفسکم من النار"" یا بنی مرہ بن کعب'انقذوا انفسکم من النار" یا بنی عبدِ مناف 'انقذوا انفسکم من النار" " یا بنی ھاشم'انقذوا انفسکم من النار" " یا بنی عبد المطلب انقذوا انفسکم من النار" یا فاطمة 'انقذی نفسك من النار"فانی لا املك لکم من الله شئیا غیر ان لکم رحما سابلها ببلالها"۔

" اے بنو عبد شمس! اے بنو کعب بن لوی! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنو ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ اے بنو عبد المطلب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے نفس کو آگ سے بچا۔ اس لیے کہ میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ تمہارے ساتھ (میری) رشتہ داری ہے۔ جسے میں (دنیا کی حد تک) ملحوظ رکھوں گا"۔

(صحیح مسلم' کتاب الایمان' ح ۲۰۴۔ صحیح بخاری' کتاب الوصایا: ۲۷۵۳)

معلوم ہوا کہ انبیاء ہوں یا عام انسان' آخرت میں وہ اپنے اہلِ نسب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ صرف اپنا ایمان اور اپنے اعمال ہی کام آئیں گے۔ لہٰذا کسی عزیز اور رشتہ دار کو جہنم کی طرف لے جانے والے اعمال میں مبتلا دیکھ کر اسے ہر ممکن طریقے سے بچانا اور سمجھانا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روز

قیامت انسان کی بے بسی، بے چارگی، گھبراہٹ اور نفسا نفسی کا ذکر یوں کیا۔

﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ○ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ○ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ (سورۃ عبس:۳۴-۳۷)

''اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے، ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لیے) بس کرے گا''۔

اور یہ حکم دیا کہ

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ (التحریم:٦)

''مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش جہنم سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ ان کو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے بجا لاتے ہیں''۔

رشتہ داروں کو برا کام کرتے ہوئے دیکھ کر انہیں خیر خواہی، خلوص اور نرمی کے ساتھ روکنا بھی صِلہ رحمی ہے کیونکہ رشتہ داری ایک مضبوط تعلق کا نام ہے اور یہ تعلق روزِ قیامت بھی ان رشتہ داروں میں اللہ تعالیٰ قائم رکھے گا جنھوں نے دنیا میں

ایمان اور عملِ صالح پر مداومت اور استقامت اختیار کی ہو گی۔لیکن جن رشتہ داروں نے ایمان اور عملِ صالح اختیار نہیں کیا ہو گا وہ اپنے خاندان سے جدا کر کے جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے لہٰذا اس دن سے قبل کسی رشتہ دار کی خیر خواہی' محبت اور نسبی ورحمی تعلق کا شدید ترین تقاضا ہے کہ انہیں جہنم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔(تفصیل کے لیے دیکھیے: قوا انفسکم واھلیکم نارا)

❁ اہل قرابت کی دلجوئی کرنا:

اگر کسی وجہ سے رشتہ دار دل برداشتہ ہوں تو اس وقت ان کی دل جوئی کرنا بھی قرابت اور صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔لہٰذا یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کسی بات یا کسی فعل سے رشتہ دار کا دل نہ ٹوٹے۔اسماء رضی اللہ عنہا نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک جائیداد وراثۃً پائی (یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن تھیں) جس کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم میں خرید لیا تھا۔اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ رقم قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابنِ عتیق کو ہبہ کر دی"۔

ابن حجر اس واقعے کی تفصیل وتوضیح کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قاسم بن محمد کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی وراثت میں سے حصہ نہیں ملا تھا۔(جب کہ قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے ایسے رشتوں کے ذہن میں ہوتا ہے کہ شاید ان کو بھی حصہ ملے گا لیکن شرعی مسئلہ ظاہر ہونے پر پتا چلتا ہے کہ ان کا حصہ نہیں ہے۔اسماء رضی اللہ عنہا نے اس خیال سے کہ

ان کی دل شکنی نہ ہو یہ رقم ان کو دے دی۔ (بحوالہ اسوہ صحابہ)

قرآن حکیم سے بھی یہ حکم ملتا ہے کہ

جن قریبی رشتہ داروں کو ترکہ سے حصہ نہ ملتا ہو اور وہ مالی لحاظ سے کمزور بھی ہوں' جن رشتہ داروں کو حصہ شرعاً مل رہا ہو انہیں چاہیے کہ اس میں سے کچھ انہیں بھی دے دیں نیز نرمی کی بات کہیں تا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔ (النساء:۸)

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد بہت سے انصارِ مدینہ کے عطا کردہ باغات مہاجر صحابہ کو ہدیہ کر دیئے۔ انہی میں سے ایک باغ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو بھی دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں پر تسلط عطا کیا اور اللہ نے مسلمانوں کو مالی وسعت دی تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کے باغات واپس کر دیئے۔ جب ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ وہ بھی اپنا باغ واپس کر دیں تو انہوں نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر ان کو بدلے میں دس گنا زیادہ باغات دیئے۔ (صحیح بخاری، کتاب الھبہ: ۲۶۲۳۔ مسلم: ۴۵۷۸)

معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کی قرابت اور مزاج کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے ان پر مال خرچ کرنا یا انہیں ہبہ کرنا درست ہے تا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔



والدین صلہ رحمی کا محور

جتنے بھی رحمی ونسبی رشتے ہیں ان کا تعلق یا تو ماں باپ کے آباء اور بہن بھائیوں سے ہوتا ہے یا پھر ماں باپ کی اولاد سے جن میں اپنی اولاد بھی شامل ہوتی ہے۔گویا تمام رشتوں کا مرکزی نقطہ اور محور ماں باپ ہی کی ذات ہے۔(البتہ ازواج اس میں شامل نہیں ہیں) ماں باپ کا مرتبہ اور ان سے احسان کرنے کا قرآن حکیم اور احادیث میں جس انداز سے ذکر کیا گیا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ربِّ کریم کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق اس پر اس کے والدین کا ہے۔ ماں باپ کے آباء ان کے بہن بھائیوں' ان کی اولاد اور ان کے متعلقین سے صلہ رحمی کرنا ماں باپ ہی کے حقوق میں سے ایک ہے جن کی وضاحت مندرجہ ذیل حدیث نے ہوتی ہے:

ایک شخص نے عرض کیا! "یا رسول اللہ ﷺ میرے والدین کے حق میں کوئی ایسا حق بھی ہے جسے میں ان کی وفات کے بعد ادا کرسکوں؟ آپ ﷺ

فرمایا:

"نعم الصلوۃ علیھما' والاستغفار لھما' وانفاذ عھدھما وصلة الرحم التی توصل الا بھما' واکرام صدیقھما"۔

"ہاں! ان کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان کے لیے مغفرت مانگنا' ان کے بعد ان کے (کیے گئے) عہد کو پورا کرنا اور ان کے ان رشتوں کو جوڑنا جو انہیں کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا"۔

(سنن ابی داؤد' کتاب الادب' ح ۵۱۴۲۔ اسے ابن حبان' حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔)

انسان اس دنیا میں جس قدر والدین کا مرہونِ منت ہے کسی اور رشتے کا نہیں۔ اس دنیا میں انسان کا آنا اور پھر پلنا اور بڑھنا والدین ہی کے سبب' ان کی محنت' ان کی شفقت' ان کی نگہداشت اور ان کی اولاد سے بے لوث محبت کا ثمر ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم نے والدین کے حق میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ○ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا﴾ (الاسراء: ۲۳-۲۴)

"تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو اور والدین

کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک بھی نہ کہنا اور نہ انہیں ڈانٹو اور ان سے اچھی بات کہو اور اپنے بازو نرمی اور شفقت سے ان کے لیے جھکا دو اور ان کے حق میں دعا کرو' اے رب! ان پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں (پیار محبت سے) پالا''۔

❁ والدین کے ساتھ احسان سب سے بڑی نیکی:

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" الصلوٰة علی وقتها "۔

''نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا''

میں نے عرض کیا! ''پھر کون سا عمل اللہ کو محبوب ہے''؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" بر الوالدین "۔

''ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا''

میں نے عرض کیا ''پھر''؟ فرمایا:

"الجهاد فی سبیل الله "۔

"اللہ کے راستے میں جہاد کرنا"۔ (صحیح بخاری: ۵۲۷۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۸۵)

والد کے احسانات کا بدلہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا یجزی ولد والدا الا ان یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ"۔

"کوئی اولاد اپنے والد کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی مگر یہ کہ وہ اپنے باپ کو غلام پائے اور وہ اسے خرید کر آزاد کر دے"۔

(صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل حق الوالد: ۱۵۱۰)

اللہ تعالیٰ کی رضا والدین کی رضا میں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد"۔

"والدین کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے"۔ (ترمذی: ۱۸۹۹، ابن حبان: ۴۲۹)

یاد رہے کہ والدین کی اطاعت اور رضا کا لحاظ صرف ان معاملات میں ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے نہیں ٹکراتے۔ اگر والدین کی اطاعت اور رضا کے لیے ایسا کام کرنا پڑے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے یا اسے حرام قرار دیا ہے تو اس میں والدین کی اطاعت نہیں کی جائے گی لیکن دیگر امور میں ان

کی خدمت بڑھ چڑھ کر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حکمِ الٰہی ہے۔

والدین کی خدمت ہجرت اور جہاد سے بھی بڑھ کر:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا! ''میں آپ سے جہاد اور ہجرت پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہوں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: ''کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں''؟ اس نے عرض کیا ''ہاں! بلکہ دونوں ہی (زندہ ہیں)''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا؟ ''کیا تو واقعی اللہ سے اجر کا طالب ہے''؟ اس نے عرض کیا ''جی ہاں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فارجع الی و الدیك 'فاحسن صحبتهما"

پھر تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان کی اچھی طرح خدمت کر''۔
(صحیح مسلم کتاب البر والصلہ: ۲۵۴۹)

ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا ''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں''؟ اس نے جواب دیا ''جی ہاں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ففیهما فجاهد"۔

''پس انہی کی خدمت کی کوشش کر''۔(صحیح بخاری' کتاب الجہاد:۳۰۰۴)

مولانا صلاح الدین یوسف اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جہاد عام حالات میں فرض کفایہ ہے یعنی مسلمانوں کی پوری آبادی میں حسبِ ضرورت کچھ لوگ جہاد میں حصہ لیں تو سب کی طرف سے جہاد کا فرض ادا ہو جائے گا۔اس صورت میں جہاد میں حصہ لینے کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے کیونکہ ان کی خدمت عین فرض ہے۔فرضِ کفایہ کی ادائیگی کے لیے فرضِ عین چھوڑنا جائز نہیں' اس حدیث میں اس صورت کا بیان ہے۔البتہ بعض مخصوص حالات میں جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔اس وقت والدین کی اجازت ضروری نہیں کیونکہ اس وقت ہر شخص کے لیے جہاد میں حصہ لینا ناگزیر ہوتا ہے۔خصوصاً اس وقت جب دشمن حد سے بڑھ جائے اور نظریاتی اور ملکی سرحدوں پر حملہ آور ہو۔

(دیکھیے ریاض الصالحین' مطبوعہ دارالسلام' باب برالوالدین والصلۃ الرحم)

والدین کی خدمت اور قبولیتِ دعا:

رسول اللہ ﷺ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی سفر کر رہے تھے' اتنے میں طوفان آ گیا۔وہ آدمی غار میں چلے گئے۔اچانک ایک پتھر غار کے منہ پر آ کر گرا اور غار کا منہ بند ہو گیا۔سب مشورہ کرنے لگے کہ ایسے میں کیا کریں۔ایک شخص نے کہا ایسا کرو کہ تم لوگوں نے جو نیکیاں خالص اللہ کے لیے کی

ہوں اُن کے وسیلہ سے دعا مانگو۔ شاید اللہ مشکل آسان کردے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا "یا اللہ تو جانتا ہے میرے والدین ضعیف تھے اور میرے بچے بھی چھوٹے چھوٹے تھے۔ ان کی پرورش کے لیے میں جانور چراتا تھا۔ شام کو گھر آتا تو دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا پھر بچوں کو۔ ایک روز جانور دور دراز چرنے چلے گئے۔ مجھے دیر ہوگئی۔ میں جب گھر پہنچا تو والدین سو چکے تھے۔ میں نے دودھ دوہا اور صبح تک دودھ لیے ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ انہیں جگاؤں۔ اور یہ بھی پسند نہ کیا کہ پہلے بچوں کو دودھ پلاؤں۔ رات بھر بچے میرے پاؤں کے پاس بیٹھے چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی پس اگر تو جانتا ہے کہ یہ میری نیکی صرف تیری رضا کے لیے تھی تو اس پتھر میں اتنا سوراخ کردے کہ ہم آسمان دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنا سوراخ کردیا کہ وہ آسمان دیکھنے لگے۔ (صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث کا پہلا حصہ: ۳۴۶۵۔ مسلم: ۲۷۴۳)

اس واقعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ جو شخص خالص اللہ کے لیے والدین کی خدمت، اطاعت اور احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات آسان کرتا ہے اور اس نیکی کے وسیلے سے کی گئی دعا کو قبول کرتا ہے۔

❁ والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ:

ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟ آپ ﷺ نے یہ تین بار فرمایا! ہم نے عرض کیا'' کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ '' (ضرور بتلایئے) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا شریک ٹھہرانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور فرمایا'' سنو! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا'' (یہ بھی بڑے گناہوں میں سے ہیں) پھر آپ ﷺ اس بات کو دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا!'' کاش آپ ﷺ خاموش ہو جائیں''۔

(صحیح بخاری' کتاب الشهادات: ۲۶۵۴۔ صحیح مسلم' کتاب الایمان: ۸۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' رغم انف ثم رغم انف ثم رغم انف من ادرك ابويه عند الكبر احدهما او كليهما فلم يدخل الجنة''۔

'' ناک خاک آلود ہو' پھر ناک خاک آلود ہو' پھر ناک خاک آلود ہو اس شخص کی جس نے بڑھاپے میں اپنے ماں باپ کو پایا' ان میں سے ایک کو یا دونوں کو اور پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہیں گیا''۔

(صحیح مسلم' کتاب البر والصلہ' باب رغم انف من ادرک ابویہ: ۲۵۵۱)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے''۔

صحابہ کرام نے عرض کیا!'' یا رسول اللہ ﷺ! کیا آدمی اپنے والدین کو بھی

گالی دیتا ہے"؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"ہاں! اور وہ اس طرح کہ ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے' وہ پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے' وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (یوں گویا وہ اپنے والدین کو گالی دینے کا سبب بنا) (صحیح بخاری' کتاب الادب:۵۸۷۳ صحیح مسلم' کتاب الایمان:۹۰)

ماؤں کی نافرمانی حرام ہے:

ابو عیسیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان اللہ تعالیٰ حرم علیکم عقوق الامھات' ومنعا وھاتِ' ووأدالبنات' وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال"۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنے کو ضرورت کے موقع پر خرچ کرنے ...... اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کے ...... لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کو ...... حرام کیا ہے اور قیل قال (فضول گفتگو و بحث) کو' کثرت سوال کو اور مال کے ضائع کرنے کو تمہارے لیے ناپسند کیا ہے"۔

(صحیح بخاری' کتاب الادب:۵۹۷۵۔ صحیح مسلم' کتاب الاقضیۃ)

ماں باپ جنت کا دروازہ ہیں:

ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میری ایک بیوی ہے' میری ماں اسے طلاق دینے کا کہتی ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے

سنا ہے آپ فرماتے تھے:

" الوالد اوسط من ابواب الجنة فان شئت فأضع ذالك الباب او حفظه "۔

" باپ جنت کے دروازوں میں سے ایک بہترین دروازہ ہے چاہے تو تو اسے ضائع کر دے چاہے تو تو اس کی حفاظت کر"۔ (سنن ترمذی'ابواب البر والصلۃ: ۱۹۰۰)

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ماں باپ اپنے بیٹے پر یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ اسے کہہ کر اس کی بیوی کو طلاق دے دے لیکن اس مسئلے میں وارد احادیث کی تمام نصوص کو جمع کر کے دیکھنے کی ضرورت ہے جب کہ ہمارے معاشرے میں والدین صرف اسی مسئلے کو یاد رکھتے ہیں کہ ماں باپ بہو کو طلاق دلانے کا حق رکھتے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ دو میاں بیوی میں جدائی ڈالنا' یا جدائی ڈالنے والی باتیں ان دونوں کے درمیان کرنا' ان میں باہمی نفرت پیدا کرنے والے امور کو پھیلانا گناہِ کبیرہ ہے۔ بلکہ شیطان کا پسندیدہ ترین گناہ ہے۔ لہٰذا کسی ماں باپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اچھے بھلے ہنستے بستے گھر کو اجاڑنے کی کوشش کریں۔ لہٰذا اگر بہو اپنے خاوند کو جہاد سے روکنے یا گناہِ کبیرہ پر کاربند کرنے کا سبب بن رہی ہے تو والدین اپنے بیٹے کو کہہ کر بہو کو طلاق دلا سکتے ہیں لیکن ذاتی عناد' یا ذاتی پسند یا ناپسند کی بناء پر بیٹے کو اس کی بیوی سے متنفر کرنا یا طلاق دینے پر آمادہ کرنا سخت برا رجحان

ہے۔والدین کو غور سے جائزہ لینا چاہیے ،کیا ان کا بیٹا نکاح سے قبل پکا نمازی تھا' حرام کمائی سے بچتا تھا' اس کا حلیہ سنت کے مطابق تھا' وہ امانت دار اور وعدے کا سچا تھا۔موسیقی' نشہ' جھوٹ' غیبت وغیرہ سے پرہیز کرتا تھالیکن بیوی کی ترغیب کی وجہ سے وہ ان اچھی عادات سے دور ہوتا جارہا ہےاور گناہ کی طرف مائل ہوتا جارہا ہےتو والدین کو چاہیے کہ وہ نرمی' محبت اور ہمدردی کے ساتھ بہو کو بھی سمجھائیں اور بیٹے کو بھی۔اگر ان کی تمام مخلصانہ اور ہمدردانہ کوششیں ناکام ہو جائیں اور وہ یہ محسوس کریں کہ ان کا بیٹا بیوی کے ملحدانہ یا باغیانہ روّیے کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بننے کا سامان اپنے لیے پیدا کرتا جارہا ہےتو پھر وہ بیٹے کو کہہ کر طلاق دلوانے میں حق بجانب ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسماعیل علیہ السلام کی بیوی میں ناشکری اور بے صبری کی عادت دیکھ کر انہیں بیوی کو طلاق دینے کا کہا تھا۔جب کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بیٹے کو تب بیوی کو طلاق دینے کا کہا جب وہ بیوی کی محبت کی وجہ سے جہاد پر جانے سے کترانے لگے۔لہٰذا اگر بیوی جہاد' نماز' اور دیگر اسلامی اخلاق و عادات سے روک کا باعث بن رہی ہے تو والدین طلاق دلوانے کا حق استعمال کرسکتے ہیں۔اگر ذاتی پسند یا ناپسند یا عناد یا کسی شکایت کی وجہ سے طلاق دلوا رہے ہیں تو یہ بہو پر ظلم ہےاور آخرت میں انہیں اس کی جواب دہی بہو اور اس کے والدین کو کرنا ہوگی ۔والدین ایک منٹ کے لیے

ذرا سوچیں کہ اگر ان کی بیٹی کو اس کی ساس یا سسر طلاق دلوا دے تو پھر ان پر کیا گذرے گی؟ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق" مطبوعہ مشربہ علم وحکمت)

جنت میں داخلے کا سبب:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "میں جنت میں داخل ہوا تو قرآن پڑھنے کی آواز سنی' میں نے پوچھا "یہ کون ہے"؟ فرشتوں نے جواب دیا" حارثہ بن نعمان یہ ان کے احسان کا بدلہ ہے کیونکہ وہ اپنی ماں سے لوگوں میں سے بہت زیادہ حسنِ سلوک کرنے والے تھے"۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں سو گیا اور جنت میں داخل ہوا تو قرآن مجید پڑھنے کی آواز سنی (یعنی خواب میں یہ سب واقعہ دیکھا) (مشکوۃ المصابیح' بیہقی شعب الایمان)



غیر مسلم رشتہ دار

غیر مسلم رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنا ان کا حق ہے لیکن ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے گا:

☆ امورِ دین میں ان کی مداخلت ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

☆ اگر وہ ذمی ہیں تو انہیں چھوٹے چھوٹے پیشے دیئے جائیں گے۔ اسلامی ریاست کے داخلی، خارجی اور سیاسی امور میں ان کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ نہ انہیں کوئی راز بتایا جائے گا۔

☆ مسلم غیر مسلم رشتہ دار کا وارث نہیں ہوگا اور نہ ہی مسلم کا غیر مسلم رشتہ دار وارث ہوگا۔

☆ اگر وہ اہلِ دین یا دین کی مخالفت کریں تو ان کا مقابلہ ان کو دشمن سمجھ کر کیا جائے گا۔ فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

فَتَرَبَّصُوا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ (التوبہ:٢٤)

''کہہ دیجئے ! اگر تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور محلات جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہیں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ھدایت نہیں دیا کرتا''۔

غیر مسلم رشتہ دار کو مالی تعاون مہیا کر سکتے ہیں' جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے! اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جن دنوں صلح حدیبیہ ہو چکی تھی' اس زمانہ میں میری مشرکہ ماں مکہ سے مدینہ میرے پاس آئی۔ اس کے ساتھ اس کا باپ بھی (یعنی میرا نانا) بھی تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور اسے اسلام سے نفرت ہے۔ کیا میں اس سے حسن سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو''۔

(صحیح بخاری' باب صلۃ المراۃ امھا ولھا زوج: ٢٦٢٠)

صحیح مسلم میں ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ نے ان سے مالی مدد مانگی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں تم صلہ رحمی کرو''۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ کو ایک ریشمی جوڑا دیا (ان کے پہننے

کے لیے نہیں بلکہ ان کی عورتوں کے لیے) عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مکہ میں اپنے مشرک ماں جائے بھائی کو بھیج دیا"۔ (صحیح مسلم: کتاب اللباس: ۵۴۲۷)

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے یہودی بھانجے کے لیے ایک تہائی مال کی وصیت کی تھی۔ لوگوں نے اس کا حصہ دینے میں تامل کیا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو کہلا بھیجا "لوگو! اللہ سے ڈرو اور صفیہ رضی اللہ عنہا کی وصیت پوری کرو"۔ (فقہ عمر)

غیر مسلم رشتہ داروں کی مالی مدد کرنے سے اگر وہ محتاج ہوں تو صلہ رحمی کا اجر ملتا ہے لیکن اگر ان کے مقابلے میں مسلمان رشتہ دار ضرورت مند ہو تو اس کو ترجیح دی جائے گی۔ البتہ اگر غیر مسلم کا مالی تعاون کرنے سے یہ امید ہے کہ وہ اس طرح اسلام کی طرف مائل ہوگا تو یہ ایک مستحسن امر ہے بلکہ اس مقصد کے لیے غیر مسلموں پر زکوۃ بھی خرچ کی جا سکتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ غیر مسلم رشتہ دار کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا لیکن اس کے لیے مسلمان رشتہ دار وصیت کر سکتا ہے۔ جب کہ یہ وصیت کل ترکے کے ایک تہائی حصہ سے زیادہ نہ ہو۔ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھانجے کے حق میں وصیت کرنا ایک درست عمل تھا۔



عملاً دین سے بے گانہ رشتہ دار اور ان سے تعلقات

دورِ حاضر میں اکثریت نماز' روزے یا قرآن خوانی کے علاوہ کسی اور معاملے میں نہ اسلام کو ترجیح دیتی ہے نہ ہی ترجیح دینے کی اہمیت سے واقف ہے۔ میڈیا کی پھیلائی ہوئی غلاظت کے بھبوکے ان کے گھروں سے اٹھ رہے ہیں۔ کیبل' ڈش' وی سی آر' انٹرنیٹ' اخبارات ورسائل' بے پردگی' مردوزن کا اختلاط' جسم کو ڈھکنے کے بجائے ننگا کرنے والا لباس' بسنت' نیوائیر نائٹ' ویلنٹائن ڈے' اپریل فول جیسے غیر ملکی تہوار منانے اور ملکی تہواروں کو بھی مغربی انداز میں منانے کا رجحان عام ہو چکا ہے۔ موت' شادی' اور تقریبات میں وہ تمام خرافات کی جاتی ہیں جنہیں اسلام یکسر ممنوع قرار دیتا ہے۔

ایسے میں اسلام پسند لوگ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات رکھ بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر رکھیں بھی تو کیسے؟

ان کی خوشی وغمی میں شریک ہونے کا کوئی جواز بھی ہے یا نہیں؟

یہ تمام سوالات اکثر اٹھتے رہتے ہیں۔ جب صلہ رحمی کا پڑھتے ہیں تو میل ملاقات نہ رکھنے پر اللہ کے عذاب سے ڈر لگنے لگتا ہے اور میل ملاقات رکھتے ہیں تو بچوں پر برا اثر پڑتا ہے نیز گناہ میں شرکت کا ارتکاب ہوتا ہے۔ جب کہ ایک مسلمان دعائے قنوت میں یہ کہتا ہے:

"ونترك من يفجرك"۔

"اور تیری نافرمانی کرنے والے سے ہم دستبردار ہوتے ہیں"۔

اس کے لیے مندرجہ ذیل سطور راقمہ اپنی رائے سے لکھ رہی ہے۔

☆ جو رشتہ دار دین سے بہت دور ہیں اور جو بچوں کو یہ سکھانے پڑھانے کی کوشش نہیں کرتے ہیں کہ تمہارے والدین نے تمہیں گھٹن میں رکھا ہوا ہے اتنی بھی سختی کیا؟

اسلام تو اتنا سخت نہیں؟ چھوڑو پردہ! اس میں کیا ہے؟ یہ تو ایک دقیانوسی اور دیہاتی روایت ہے......

نماز! بوڑھے ہوں گے تو پڑھ لیں گے ابھی تو کھیل کود کی عمر ہے......

قرآن کا ترجمہ......ارے یہ تو مولویوں کا کام ہے......

شادی! یہی تو وقت ہوتا ہے بچوں کے انجوائے کرنے کا......

مووی! لو اس میں کیا حرج ہے؟ بھلا ذرا یادیں محفوظ ہو جاتی ہیں......

پلکنگ' تھریڈنگ! بننے سنورنے کا تو عورتوں کو اللہ نے خود حق دیا ہے......

اس قسم کے تبصرے سننے میں اکثر آتے ہیں......

بچے اس قسم کی باتیں سن سن کر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے والدین واقعی غلط ہیں اور یہ رشتہ داران کے ہم درد ہیں اور صحیح کہتے ہیں۔ ایسے رشتہ داروں سے تعلقات بحال رکھنے اور صلہ رحمی کرنے میں انتہائی حکمت' دانائی اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

☆ تقریبات اگر اصلاً اسلامی ہیں تو ان میں جائیں مثلاً ولیمہ میں' بچی کی رخصتی پر' عقیقہ پر یا کسی اور خوشی کی دعوت میں......لیکن منگنی' سالگرہ' مایوں' مہندی سوئم' چہلم' برسی کی دعوتیں اسلامی نہیں ہوتیں لہٰذا ان میں شامل نہ ہوں۔

☆ اگر تقریب میں کوئی امر ممنوع ہونے لگا ہے تو حکمت کے ساتھ سمجھا سکتے ہیں تو سمجھائیں ورنہ احتجاجاً اٹھ کر واپس چلے آئیں' جب کوئی پوچھے تو معقول طریقے سے بتا دیں کہ آپ کیوں اٹھ کر آ گئے تھے۔ اور بعد ازاں بغیر کسی ناراضگی کے دوبارہ سلسلہ تعلق بحال کر لیں۔

☆ اگر یہ احتمال ہو کہ رشتہ دار سمجھانے سے یا احتجاجاً اٹھ کر چلے جانے سے ایسے ناراض ہوں گے کہ ان کا راضی کرنا دشوار ہو جائے گا تو پھر ایسے وقت میں جائیں جب یہ احتمال ہو کہ ابھی اس امرِ ممنوع کا ارتکاب شروع نہیں ہوا ہوگا یا ہو چکا ہوگا۔

☆ یا پھر ایسی جگہ بیٹھنے کے لیے دیکھیں جہاں آپ اس امرِ ممنوع کو نہ دیکھ سکتے ہوں نہ سن سکتے ہوں اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے آئیں ...... بھرپور شرکت نہ کریں۔

☆ اپنے اسلامی تشخص کو ایسے مواقع پر مزید مضبوط کر کے شامل ہوں۔ اپنا لباس، اپنا حلیہ، اپنی گفتگو سب کچھ جب تک وہاں موجود ہیں کوشش کریں کہ پوری طرح اسلام کے دیئے ہوئے آداب کے مظہر ہوں کیونکہ یہ ایک خاموش تبلیغ ہے۔

☆ اگر گھر والوں کو نہ سمجھا سکیں تو تقریب میں شریک افراد میں سے کسی کو ضرور دین کی کوئی بات بتائیں اور سمجھائیں تاکہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان لوگوں میں لکھیں جو خیر خواہی اور اصلاح کی نیت اور کوشش کے ساتھ ایسی جگہوں پر جاتے ہیں۔

☆ اپنی نمازوں کا ضرور خیال رکھیں۔

☆ ایسے رشتہ داروں کے ہاں تقریبات میں لے جانے سے پہلے اپنے بچوں اور اہلِ خانہ سے مشورہ کریں کہ وہاں کیا کیا ممنوعہ امور ہونے کا امکان ہے اور اس وقت ہمارا کیا ردِ عمل ہوگا۔ اس سلسلے میں پہلے بچوں کی رائے لی جائے۔ بچے اس کا حل خود بتائیں گے، اس طرح ان کے دل میں برائی سے نفرت اور برائی کو روکنے کی جرأت بھی پیدا ہوگی۔ اگر برائی کا ارتکاب ہونے لگے اور اٹھ کر آئیں تو بچوں کا رخ ان کی دل چسپی کے کسی اور کام کی طرف موڑ دیں تاکہ انہیں اس تقریب میں

شامل نہ ہونے پر کوئی ملال نہ ہو۔

☆ جب رشتہ دار کسی ممنوع کام کا ارتکاب کریں اس وقت بھی لہجہ نرم اور خوش گوار رکھیں۔ اپنے آپ کو غصے اور جذبات کی حدّت سے مغلوب نہ ہونے دیں۔

☆ عام دنوں میں ایسے رشتے داروں کی خوب دلجوئی کریں' بچوں کو ان کی خدمت اور احترام کرنے کی عادت ڈالیں' بیماری' دکھ اور پریشانی میں پوری خیر خواہی اور نیک نیتی سے ان کے کام آئیں۔ عام دنوں میں میل ملاقات رکھیں تاکہ ان رشتہ داروں کو یہ معلوم ہو کہ آپ عام ایام میں ان سے ہر قسم کی خیر خواہی اور میل ملاقات کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔ فی الوقت بھری مجلس میں سے اٹھ کر چلے جانے کا سبب وہ ممنوعہ کام ہیں نہ کہ خود اس رشتہ دار کی ذات۔

دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ممنوع کاموں میں شامل ہونا پسند نہیں کرتے وہ عام ایام میں بھی ان رشتہ داروں کے معاملے میں نفرت اور بے دلی کا روّیہ اپناتے ہیں۔ حالانکہ کسی مسلمان کا ایسا روّیہ رکھنا درست نہیں۔ اس سے دلوں میں کینہ اور رشتہ داریوں میں دوری پیدا ہوتی ہے بلکہ دین سے بے گانہ رشتہ داروں کا خیال دیندار رشتہ داروں سے زیادہ رکھنا چاہیے تاکہ وہ اسلامی اخلاق کے معترف ہوں اور ان کے دل میں اسلام اور سچے مسلمان کے اچھے روّیے کی قدر پیدا ہو اور وہ حسن سلوک کی وجہ سے مائل بہ عمل صالح خود بخود ہو جائیں۔

ذیل میں ہم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز عبداللہ بن باز کا ایک فتویٰ دے رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عورت پر یہ واجب ہے کہ اچھے اسلوب' پاکیزہ کلام اور رفق و مہربانی کے ساتھ خلافِ شرع حرکت کرنے والے شخص کو منع کرے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ شرعی احکام سے ناواقف ہو تو سختی سے منع کرنے کی صورت اس کا شر مزید بڑھ جائے لہٰذا اچھے اسلوب اور عمدہ کلام کے ذریعے منع کرے...... ساتھ ہی اس کے لیے توفیق کی دعا کرے تاکہ اس کے دل میں حق سے نفرت نہ پائی جائے، بھلائی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے کو اسی صفت سے متصف ہونا چاہیے۔ اس کے پاس علم' بصیرت' رفق' تحمل ہونا چاہیے جو برائی کرنے والے میں قبولِ حق کی صلاحیت پیدا کر سکے اور وہ نفرت وعناد کا اظہار نہ کرے۔

(فتاویٰ برائے خواتین اسلام ص: ۵۶۷)

''بعض لوگوں کی تحقیر' ٹھٹھا اور سب وشتم کی وجہ سے اپنے اندر گھبراہٹ اور قلتِ صبر پیدا نہ ہونے دے جو اسے دعوت کے کام سے باز رکھے...... ایک دوسری چیز کی رعایت و پاسداری بھی ضروری ہے اور وہ یہ کہ پاک دامنی' اجنبیوں سے پردہ کرنے اور اختلاط وغیرہ سے دور رہنے میں اپنی مثال آپ ہو۔ اس کی دعوت اور خود کو ان کاموں سے دور رکھنے کی توجہ ساتھ ساتھ ہو جو اس پر لوگوں کی انگشت نمائی کا ذریعہ بنتے ہوں۔ اپنے اخلاق وسیرت میں پاکیزہ ہو تاکہ دوسرں کے اعتراضات سے بچ سکے اور اسے یہ نہ کہا جائے کہ تم نے اصلاح کا آغاز اپنے نفس

سے کیوں نہ کیا۔ ایسے لباس و پوشاک سے اجتناب کرے جس کے سبب لوگوں کے فتنہ میں پڑنے کا امکان ہو۔ دعوت الی اللہ میں اس کی توجہ اس انداز سے ہو کہ اس کا دین اور شہرت داغ دار نہ ہو۔ (فتاوی برائے خواتین اسلام ص ۵۸۷)

یاد رہے کہ منکرات دیکھتے ہوئے ان میں شامل رہنا اور کسی قسم کا اظہار برأت نہ کرنا یا منکرات کرنے والوں کو منع نہ کرنا شریعت میں حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الانعام:٦٨)

''اور آپ جب ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں''۔

﴿ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ﴾ (النساء:١٤٠)

"اور اللہ تعالیٰ تم پر اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ جب تم کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں (ورنہ) تم بھی اس وقت ان جیسے ہی ہو"۔

ہر مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد کیا گیا ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ منکرات پر خاموش نہ رہے بلکہ منع کرے اور اگر منع نہیں کر سکتا تو سرے سے شامل ہی نہ ہو۔ یاد رہے کہ دعوت کا اثر تب ہوتا ہے جب اپنا عمل پختہ ہو لہٰذا اپنے آپ کو اسلامی آداب و تعلیمات کا سختی سے پابند بنائیں ورنہ کہی ہوئی بات اثر نہیں کرے گی۔



سسرالی رشتہ دار اور صلہ رحمی

سسرال مرد کے ہوں یا عورت کے ہمارے معاشرے میں ان کے ساتھ دلی محبت' سچی خیر خواہی اور اللہ کے لیے ان کے حقوق کی حفاظت اور ادائیگی ایک مشکل امر ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوانہ معاشرت کے زیرِ اثر سسرال کو کبھی اپنا سمجھا ہی نہیں جاتا۔ اسلام میں سسرال اہلِ قرابت میں سے ہیں لہٰذا ان کے بھی وہی حقوق مرد یا عورت پر عائد ہوتے ہیں جو دیگر اہلِ قرابت کے کسی مرد یا عورت پر عائد ہوتے ہیں۔

المیہ یہ کہ بیوی اپنے شوہر کی اور شوہر اپنی بیوی کی اس کے متعلقہ نسبی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور صلۂ رحمی میں بھی اس لیے مدد نہیں کرتا کہ یہ ان کے سسرال ہیں۔ بیویوں کو شوہر کے رشتہ داروں میں ہزار عیب نظر آتے ہیں اور شوہر کو بیوی کے رشتہ داروں میں۔ حتّٰی کہ جو میاں بیوی بہ ظاہر دین کا دم بھرتے ہیں وہ بھی اپنے میاں یا بیوی کے میکے والوں سے صلۂ رحمی کرنے میں بخل سے کام لیتے

ہیں۔ بعض دین پسند رشتہ داروں سے تو ہر طرح کا باہمی ربط و تعلق رکھتے ہیں لیکن دین سے بے گانہ رشتہ داروں کے معاملے میں دین سے دوری کو سبب بنا کر ان سے کبھی کبھار ملنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ جب کہ میاں بیوی کی باہمی محبت اور تعلق کا بھی تقاضا یہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے میں تعاون کریں اور دونوں میں سے جو بھی کوتاہی کرے دوسرا اس کو توجہ دلائے۔

یہی معاملہ بہو کا ہے۔ سسرال یہ تو چاہتے ہیں کہ بہو ان کے تمام رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے ان کی خدمت کرے لیکن جب بہو کے میکے میں کوئی پریشانی ہو یا بیماری ہو تو بہو کو یہ اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ وہ ان کے اس دکھ یا پریشانی میں جسمانی یا مالی شمولیت اختیار کرے۔ جب کہ اسلام اس دہرے معیار کو منافقت کا نام دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ تم میں سے تب تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)



قطع رحمی کا سدِّ باب اور اسلامی قوانین

اسلام میں صلہ رحمی ایک امر لازم اور اجر کے لحاظ سے کارِ عظیم ہے۔ جب کہ قطع رحمی ممنوع ہے اور اس پر شدید وعید آئی ہے۔ اسلامی قوانین میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ کوئی ایسا قانون نہ ہو جس میں قطع رحمی ہوتی ہو۔ بہت سے قوانین ایسے ہیں جس میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

✿ دو بہنوں کا بہ یک وقت نکاح میں رکھنا:

قرآن حکیم میں یہ حرام قرار دیا گیا ہے کہ کوئی مرد ایک ہی وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں رکھے (النساء:۲۳) چاہے یہ سگی بہنیں ہوں چاہے سوتیلی اور رضاعی۔ احادیث میں کسی مرد کا خالہ بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی کو بھی بہ یک وقت نکاح میں رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم' کتاب النکاح' باب تحریم الجمع بین المرءۃ وعمتھا وخالتھافی النکاح سنن ترمذی' کتاب النکاح' باب ماجاء لاتنکح المراۃ علی عمتھا وعلی خالتھا)

فقہاء نے اس کا قاعدہ یہ مقرر کیا ہے کہ مرد کے لیے بہ یک وقت ایسی

دو عورتوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہے جن میں سے ایک مرد ہوتی تو ان کا باہم نکاح حرام قرار پاتا۔ (دیکھئے فقہ عمر ص: ٦٥)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی مرد کی بیویاں ہونے کی وجہ سے سوکناپے کی جلن اپنا کام دکھاتی ہے اور یوں جو صلہ رحمی کا تقاضا ہے اسے ٹھیس پہنچتی ہے لہٰذا صلہ رحمی کی حفاظت کے لیے یہ قانون بنایا گیا ہے۔ اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے یا اس کو طلاق دے دی جائے تو دوسری سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔

❁ کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا:

محرم رشتہ داروں کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس نہیں لی جا سکتی سوائے بیٹے کے کہ باپ اس کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لے سکتا ہے۔ ہبہ کر کے چیز واپس لے لینے سے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے اور نفرت صلہ رحمی کو کھا جانے والی چیز ہے لہٰذا یہ قانون بنا دیا کہ کوئی بھی محرم رشتہ دار ہبہ کر کے واپس نہ لے۔ (فقہ عمر ص: ٦٦٨)

❁ کسی ذی رحم کا مالک ہو جانا:

اگر کوئی شخص اپنے محرم رشتہ دار کا مالک ہو جائے مثلاً باپ' بھائی' بیٹے' بیٹی' بہن' بھتیجی' بھانجی' بھتیجا' بھانجا' چچا' ماموں' خالہ' پھوپھی' پوتا' پوتی' نواسا' نواسی تو اس کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائے گا۔ (فقہ عمر ص: ٢٢٨)

کیونکہ یہ مروت اور صلہ رحمی کے خلاف ہے کہ ان میں سے ایک غلام ہو اور دوسرا آقا۔

❁ امِ ولد:

جس لونڈی کے ہاں اپنے مالک کے صلب سے بچہ پیدا ہو جائے وہ نہ فروخت کی جا سکتی ہے' اور نہ ہبہ کی جا سکتی ہے' نہ میراث کے طور پر تقسیم ہو سکتی ہے بلکہ مالک اپنی زندگی میں اس سے استمتاع کرے اور اس کی موت کے بعد یہ خود بہ خود آزاد ہو جائے گی۔ (فقہ عمرؓ ص ۳۱)

بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک روز عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ محلے میں شور مچ گیا۔ معلوم ہوا کہ ایک لونڈی فروخت کی جا رہی ہے اور اس کی بیٹی رو رہی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت انصار و مہاجرین کو جمع کیا اور اس پر سب کی رائے لی اور کہا "جو دین محمد ﷺ لائے ہیں اس میں آپ حضرات کو قطع رحمی کا کوئی جواز ملتا ہے"؟ سب نے بہ یک زبان کہا "نہیں"۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "پھر یہ کیا بات ہے کہ ماں کو بیٹی سے جدا کیا جا رہا ہے۔ اس سے بڑی قطع رحمی اور کون سی ہو سکتی ہے"؟ پھر آپ نے سورہ محمد کی آیت نمبر ۲۲ تلاوت کی۔ لوگوں نے رائے دی کہ آپ کے خیال میں اس قطع رحمی کو روکنے کی جو مناسب صورت ہو اسے اختیار کریں۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے تمام بلادِ اسلامیہ میں یہ فرمان جاری کر دیا کہ ایسی

لونڈیوں کو فروخت نہ کیا جائے جس سے اس کے مالک کے ہاں اولاد ہو چکی ہو کیونکہ یہ قطع رحمی ہے اور قطع رحمی کرنا حلال نہیں۔ (تفہیم القرآن' جلد ۵' ص ۲۰۸)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ والدة وولدها فرق الله بينه وبين احبَّتِهٖ يوم القيامة۔

''جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈالی اللہ قیامت کے روز اس کے اور اس کے اقرباء کے درمیان جدائی ڈال دے گا''۔

(احمد' ترمذی' حاکم' بلوغ المرام کتاب البیوع)

دو ذی محرم لونڈیوں میں سے ایک کو بیچنا:

اگر کسی کی ملکیت میں ایسی دو لونڈیاں ہوں جو باہم بہنیں ہوں یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی تو ان میں سے ایک کو فروخت کرنا درست نہیں۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گی اور لونڈی ہونے کی وجہ سے آزادانہ ایک دوسری کو مل نہیں سکیں گی اور یہ صورت قطع رحمی کے مترادف ہوگی۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں دو غلام بھائیوں کو فروخت کروں۔ میں نے ان دونوں کو الگ الگ آدمیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دونوں کو جا کر واپس لے آؤ اور اکٹھا ہی فروخت کرو''۔

(اسے احمد نے روایت کیا' اس کے راوی ثقہ ہیں' ابن خزیمہ' ابن جارود' ابن حبان' حاکم' طبرانی اور ابن قطان نے صحیح قرار دیا ہے' بحوالہ بلوغ المرام' کتاب البیوع)

میراث کی تقسیم:

کسی مرنے والے مرد یا عورت کی میراث میں اللہ تعالیٰ نے حصہ داروں کے حصے خود مقرر کیے ہیں۔ اس معاملے کو کسی شخص کی مرضی پر نہیں چھوڑا۔ اگر کسی انسان کی اپنی مرضی پر یہ معاملہ ہوتا تو باہم میراث کی بناء پر قتل و غارت ہی ہوتی رہتی۔ صلہ رحمی کے تحفظ کے لیے میراث کی تقسیم قرآنی اصولوں کے مطابق ہی ہونا چاہیے۔ جہاں قرآنی قانون کے مطابق میراث تقسیم نہیں کی جاتی وہاں حصہ داروں میں سے جس کی حق تلفی ہوتی ہے اسے حق غصب کرنے والوں سے شکایات پیدا ہو جاتی ہیں جو قطع رحمی کا باعث بنتی ہیں اور شکایات پیدا ہونا درست بھی ہے۔ کیونکہ جہاں ظلم اور ناانصافی ہوگی وہاں باہم جھگڑے بھی ہوں گے۔

ایک حفاظتی تدبیر:

عموماً دیکھا گیا ہے کہ باہم میل جول حد سے بڑھ جائے تو رشتہ داروں پر ایک دوسرے کے ناگوار پہلو بھی ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جس سے دلوں میں نفرت اور بدگمانی پیدا ہونے لگتی ہے۔ خصوصاً بعض گھرانوں میں بچوں کے باہم لڑنے کی وجہ سے بڑے بھی لڑ پڑتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ اسی کے مدِ نظر بچوں سے فرمایا کرتے

تھے'' کہ (زیادہ دیر) مل کر نہ کھیلا کرو اس طرح تم میں جھگڑا ہو گا۔ اور باہم قطع رحمی کرو گے۔ (الادب المفرد)

نیز آپ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ دو قریبی رشتہ دار اپنی رہائش اس قدر ایک دوسرے کے نزدیک نہ رکھیں جس سے ان کے باہمی تعلقات میں دراڑ آنے کا خدشہ ہو۔ کیونکہ صلہ رحمی کرنا فرض ہے لیکن مل کر رہنا یا رہائش قریب قریب رکھنا فرض نہیں۔

ہمارے پاکستانی معاشرے میں جہاں مشترکہ رہائش کا طریقہ ہے وہاں ایسے بہت سے امور وقوع میں آتے رہتے ہیں جن سے بدگمانی' حسد' نفرت' خود غرضی' غیبت' تجسس' چغلی کھانا اور جھگڑے کو بڑھاوا ملتا ہے حالانکہ یہ سب صلہ رحمی کے لیے قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ الگ الگ رہائش کی صورت ان تمام امور میں حیرت انگیز حد تک کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی بیویوں کو علیحدہ علیحدہ رہائش دے رکھی تھی۔

جھگڑوں کی صورت میں عدالت سے رجوع کرنے کا احتراز:

رشتہ داروں کو چاہیے کہ باہم لڑائی جھگڑا ہو جائے تو گھر ہی میں صلح وصفائی کی کوئی صورت نکال لیں، عدالت یا پولیس تک معاملہ لے جانے سے گریز کریں۔

عمر رضی اللہ عنہ قاضیوں کو تاکید کرتے اور فرماتے: قریبی رشتہ داروں کے درمیان

ہونے والے تنازعات کے دعوؤں کو واپس کر دو تا کہ فریقین آپس ہی میں صلح کر لیں کیوں کہ عدالتی فیصلوں کی وجہ سے ان کے درمیان بغض وعداوت اور کینہ پیدا ہو سکتا ہے۔ (الاحکام از ابو العباس احمد بن ادریس قرافی: ۳۲۴)



حرفِ آخر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ"۔

"کوئی بندہ تم میں سے اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔ (صحیح بخاری۔صحیح مسلم' کتاب الایمان)

اس کی تشریح میں سید سلمان ندویؒ لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ جسم و جان اور مال و ملکیت کے وہ تمام معاملات جو انسان اپنے جسم و جان اور مال و ملکیت کے لیے چاہتا اور پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لیے چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے"۔

(سیرت النبی ﷺ' جلد ۶' حقوق و فرائض)

اس حدیث میں چونکہ مطلق بھائی کا لفظ آیا ہے لہٰذا یہ بھائی سگا بھی ہو سکتا ہے 'سوتیلا بھی' رشتے کا بھائی بھی اور دینی بھائی بھی۔ اور مفہوم کے لحاظ سے تمام رشتہ دار اور مسلمان مرد و عورت اس میں شامل ہیں اور مدعا یہ ہے کہ اگر تم خود جس رشتے کے مقام پر ہوتے ہوئے جس قسم کے سلوک کی خواہش رکھتے ہو ویسا ہی سلوک تم

بھی اس کے ساتھ کرو۔ اس ایک جملے میں باہمی حقوق وفرائض، حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کے تمام تقاضے اور عملی روّیے شامل ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

اُمِ عبدِ منیب



ماخذ

☆ تفسیر تفہیم القرآن از مولنا مودودی۔

☆ تفسیر تیسیر القرآن از عبد الرحمٰن کیلانی۔

☆ صحیح بخاری۔

☆ صحیح مسلم۔

☆ سنن ترمذی۔

☆ ریاض الصالحین شرح صلاح الدین یوسف۔

☆ مختصر الترغیب وترہیب' مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور۔

☆ شرح بلوغ المرام مولنا عبد التواب ملتانی۔

☆ الاحکام از ابو العباس احمد بن ادریس قرنی۔

☆ فقہِ عمر محمد رواس قلعہ جی۔

☆ طبقات ابنِ سعد۔

☆ رحیق المختوم مولنا عبد الرحمٰن مبارک پوری۔

☆ رحمۃ العالمین سید سلمان منصور پوری۔

☆ مترادفات القرآن مولنا عبد الرحمٰن کیلانی۔

☆ بلاغِ مبین مولنا حفظ الرحمٰن سیوہاروی۔

☆ معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج۔

☆ مختصر سیرت الرسول ترجمہ مولٰنا محمد اسحاق۔

☆ حیاۃ الصحابہ مولٰنا محمد یوسف لدھیانوی۔

☆ اسوۂ صحابہ شاہ معین الدین ندوی۔

☆ جنازے کے مسائل محمد اقبال کیلانی۔

☆ سیر الصحابیات ابوالسلام محمد صدیق۔

☆ فتاویٰ برائے خواتینِ اسلام مطبوعہ دارالکتاب والسنہ۔

☆ رزق کی کنجیاں از ڈاکٹر فضل الٰہی۔





صلہ رحمی اور اس کے عملی پہلو

''عربی زبان میں قرابت کا حق ادا کرنے کو وصلِ رحم کہتے ہیں۔ اس کی دوسری معروف شکل صلہ رحم (رحم ملانا) ہے اور قرابت کا حق ادا نہ کرنے کو قطع رحم (رحم کاٹنا) کہتے ہیں کہ رحم مادر ہی تعلقاتِ قرابت کی اصل جڑ ہے...... تمام بند بندھ کر ٹوٹ جانے والے اشتراکوں سے بڑھ کر اشتراک وہ ہے جس کا موطن رحمِ مادر ہے۔ یہ ہم رحمی خالقِ فطرت کی باندھی ہوئی گرہ ہے جو متفرق انسانی ہستیوں کو خاص اپنے دستِ قدرت سے باندھ کر رکھتی ہے ایک اور جس کا توڑنا انسان کی قوت سے باہر ہے۔ اس لیے اس کے حقوق کی نگہداشت بھی تمام انسانوں سے بڑھ کر ہے۔ ان لوگوں کو جو اس فطری گرہ کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں وحیِ محمدی ﷺ نے انہیں فاسق کا خطاب دیا ہے۔

(سید سلمان ندویؒ سیرت النبی ﷺ، جلد ششم)